مجلد سیزدہم | ماہ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ جون ۱۹۲۴ء | عدد ششم

مضامین

شذرات

گذشتہ ماہ کا سب سے بڑا علمی اور تعلیمی حادثہ سر آسوتوش مکرجی کی وفات ہے، بنگال کا یہ سپوت فرزند گو ایک نامور بیرسٹر، ایک قابل جج ہائیکورٹ، ایک بڑا مصنف، ایک مشہور ریاضی دان تھا، تاہم اُس کی ناموری، قابلیت، بڑائی اور شہرت کا سب سے بڑا مظہر یہ تھا کہ اُس نے تقریبًا بیس برس تک ہندوستان کی سب سے بڑی درسگاہ کلکتہ یونیورسٹی پر بحیثیت وائس چانسلر سب سے عمدہ اور بہتر حکمرانی کی، اُنکی اس تعلیمی فرمان روائی کا زمانہ بنگال کی تعلیمی ترقی، اور امتحانات کی وسعت اور یونیورسٹی کے انتظامات کی خوبی اور معاملات تعلیمی مین حکومت کے مقابلہ مین پوری قوت کے ساتھ اپنے حقوق کی حفاظت کے لحاظ سے ہندوستان کا تعلیمی عہد زرین کہا جاسکتا ہے، موصوف نے اپنے بست سالہ عہد فرمان روائی مین یہ ثابت کردیا کہ جہان تک یونیورسٹی کا تعلق ہے بنگال حکومت کی بیجا قید سے آزاد اور خود مختار رہے، ۲۹ مئی سنہ ۱۹۲۴ء اُن کی وفات کا دن بنگال کے دائرۂ تعلیم کیلئے ایک سانحۂ عظیم ہے،

جواز سود کے مسئلہ پر آج کل ہمارے چہل سالہ اصلاحی تحریکات کے مرکز علی گڈھ سے مسلسل مضامین اور رسائل شایع ہورہے ہین اس تحریک کا مرکز لوگ کہتے ہین کہ "سلطان جہان منزل" ہے مگر مضامین و رسائل کے عنوانات لوح اُس کو "ولایت منزل" ظاہر کرتے ہین، بہرحال اگر اس پردہ کے پیچھے ہماری مسلم ایجوکیشنل کانفرنس ہے تو اس کو سامنے آنا چاہئے، اور اگر نہین ہے تو اس کو علانیہ اپنی برات ظاہر کرنی چاہئے، یہ کیا ہی کہ صاف چھپتے بھی نہین سامنے آتے بھی نہین،

بہرحال اس تحریک کا مرکز جو بھی ہو، اور محرک کی نیت خیرِ محض ہی کیون نہ ہو، ہم دیکھتے ہین کہ اسکی بنیاد اول ہی کج رکھی جارہی ہے، صحیح صورت یہ تھی کہ محرک لین دین کی جن صورتون کو ربا نہین سمجھتے اُن کی پوری تفصیلات لکھکر علمائے اسلام کے سامنے بطور استفتار کے رکھتے۔ وہ جو جوابات دیتے وہ اصلی گرہون کو کھول دیتے، ۱۳۲۶ھ مین مصر مین بھی یہ بحث ربا کی وبا پھیلی تھی، وہان اُس کا علاج یہی کیا گیا، اور مجلس دار العلوم کے زیر اہتمام علماء اور اربابِ تعلیم جدید نے اس مسئلہ پر اچھے اچھے خطبے دیئے جنکے دو مجموعے چھپکر شایع ہوچکے ہین۔

موجودہ سطح خاکی سے ہزارون فیٹ نیچے ایک تاریک دنیا کا پتہ چلا ہے، جہان آتشی چشمے، شاداب باغ، تیز دریا، زرین گنبد، اور حسین تر قوس و قزح موجود ہین، یہ عجائبات ایک فرانسیسی حکیم اڈورڈ انوبڈ ہرٹیل کی مردانہ کوششون کے نتائج ہین، وہ چالیس سالون سے مسلسل اس اندرونی دنیا کی دریافت و اکتشاف مین مشغول تھا، اسکا ایک خطرناک تجربہ فرانس کے دریائے اسپل کی زیر آب سیر تھی، جہان تک علم ہے کسی انسان نے وہان تک پہنچنے کی ہمت نہین کی تھی، اسکے بعد وہ سرزک کے قریب سورنس مین سیاحت کے لیے روانہ ہوا اور اسی سلسلہ مین چشمہ آتشی کا پتہ چلا، وہ رسیون، سیڑھیون، موم بتیون، دیا سلائیون، ہتھوڑون، چھریون، حرارت ناؤن، بادپیماؤن، گیسون اور دوسری ضروری چیزون سے مسلح تھا، اپنی گردن کے گرد اس نے ٹیلیفون کا ایک سلسلہ بھی لگا رکھا تھا تاکہ بالائی دنیا سے خود اسکا سلسلہ منقطع نہ ہوجائے، کیا اب بھی ہم کو وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ، خدا کی مخلوقات کی فوج کو کوئی نہین جانتا، کا یقین آیا، یا نہین؟

خواتینِ مجلس معلومات نے جو اعداد و شمار عورتون کے کامون اور پیشون کے متعلق حاصل کیے ہین، اُن سے پتہ چلتا ہے کہ عورتین نہایت ہی تیزی سے اب ان میدانون مین بھی

اتر رہی ہین جو صرف مردون کے لیے مخصوص تھے، گذشتہ دس سالون مین باربرداری کے پیشہ مین اونکی تعداد دگنی ہوگئی ہے، محرّرون، مختصر نویسون، ٹائپ کرنے والیون، دائیون، اور ٹیلیفون پر کام کرنے والی عورتون مین انکی ۵۰۰۰۰ ہم جنسون کا اضافہ ہوا ہے، تجارت، صنعت، حرفت، فن عمارت وغیرہ مین انھون نے خاصی ترقی کی ہے، اعلیٰ سرکاری ملازمتون مین بھی انکی تعداد بڑھ رہی ہے، چنانچہ سنہ ۱۹۱۰ء مین اونکی تعداد ۲۷۵ تھی اور سنہ ۱۹۲۰ء مین ۶۵۲ ہوگئی، سرکاری رپورٹ مظہر ہے کہ اس وقت ۸ ہواباز، ۵۷ موجد، ۴۱ انجینیر، ۱۳۷ پیمائش کرنے والی، ۲ حکام جنگلات اور ۲۵ مختلف فرائض کرنے والی عورتین موجود ہین، یہ سچ ہے کہ ان طریقون سے ان خواتین کو دولت کا کچھ سرمایہ ہاتھ آیا لیکن معلوم نہین انکو معصوم خانگی خوشیون کا سرمایہ بھی ملا یا نہین؟

ریاست بڑودہ نے لازمی تعلیم سے جو خوشگوار نتائج حاصل کیے ہین وہ حکومت اور ماہرین تعلیم دونون کے لیے قابل غور و فکر ہین، بڑودہ اور کاٹھیاوار ۱۶،۷، غیر بڑودی کاٹھیاوار ۱۳ برطانوی گجرات ۱۱،۵، اور ریاستون کو نکال کر عام صوبہ کے تعلیمی اعداد ۹،۷ ہین: ریاست مین لازمی تعلیم صرف ۲۰ برس سے عالم وجود مین آئی ہے اور ذیل کے اعداد اسکی مسلسل ترقی کے ثبوت ہین:

ریاست بڑودہ	تعداد	برطانوی گجرات	
سنہ	تعداد	سنہ	تعداد
سنہ ۱۹۰۱ء	۹،۸	سنہ ۱۹۰۱	۱۲،۵
سنہ ۱۹۱۱ء	۱۱،۹	سنہ ۱۹۱۱	۱۳،۷
سنہ ۱۹۲۱ء	۱۴،۷	سنہ ۱۹۲۱	۱۵،۶

یہ بڑودہ کی ۲۰ برس کی ترقی ہے، اسکا مقابلہ ہندوستان کی ڈیڑھ سو برس سے کرو،

انسانی دماغ پر عجیب ترین تجربہ اندنون امریکہ کے بحری ہوائی اسکول مین کیا جا رہا ہے، اور اس تجربے کے نتائج بھی جو کچھ کم حیرت انگیز نہین ہین، کامیاب صورت مین حاصل ہو رہے ہین، نوجوانون کو لاسلکی طریقہ سے تعلیم دیجاتی ہے وہ ریسیور کو کانون سے لگا کر سو جاتے ہین، اور ریڈیو کے ذریعہ ان کے اسباق ان کے دماغون مین پہنچتے رہتے ہین صبح کو جب وہ بیدار ہوتے ہین تو ان کے اسباق انکو مکمل طور سے یاد ہوتے ہین، اس ایجاد نے اب صورت حال یہ پیدا کر دی ہے کہ طلبہ اپنے کمرون مین آرام سے میٹھی نیند کے مزے لوٹتے ہونگے، ریسیور ان کے کانون مین لگے ہونگے اور پروفیسر اپنے لکچر ناقابل فراموش طریقہ سے ذہن نشین کرا رہے ہونگے،

لیکن یہ کس قدر عجیب ہے کہ ہم اس دنیا مین جب اپنا سبق اس طرح پڑھا کرینگے تو ہم کو کوئی تعجب نہ ہوگا، لیکن جب امتحان گاہِ آخرۃ مین عمر بھر کا سبق دہرانا پڑیگا اور سب غلطیان نگاہون کے سامنے معلوم ہونگی:

ووضع الکتب فتری المجرمین مشفقین	اور اعمالنامہ کا کاغذ ہاتون مین دیا جائیگا تو دیکھوگے
مما فیہ ویقولون یویلتنا مال ھذا	کہ مجرم جو کچھ اس مین لکھا ہے اس سے ترسان اور لرزان
الکتب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ	ہونگے، اور کہینگے کہ اے خرابی ہماری! کیسا ہے یہ لکھا
الا احصٰھا ووجدوا ما عملوا حاضرًا	جس نے کوئی چھوٹی یا بڑی بات نہ چھوڑی جسکو اس نے
ولا یظلم ربک احدًا (کہف ۵)	گھیر نہین لیا ہے، اور دنیا مین جو کچھ کیا تھا، وہ وہان سامنے
" " "	پائین گے اور تیرا پروردگار کسی پر ظلم نہین کرتا،

اور اس وقت اپنی دنیاوی غفلت کی نیند کے عالم مین جو کچھ کیا دھرا ہوگا، وہ بھی حرف بحرف یاد آجائے گا، تو اسکے لیے ابھی سے ہم کو منکرانہ تعجب ہے!

مقالات

تحریم سود

اور

اُسکے علل و اسباب

(۱)

از

مولٰنا عبدالسلام ندوی،

اس زمانے مین سود کے متعلق اگرچہ اس کثرت سے رسالے، کتابین، اور مضامین لکھے گئے کہ اس مسئلہ کا کوئی پہلو چھوٹنے نہین پایا، تاہم مستقل طور پر کسی شخص نے تحریم سود کے علل و اسباب سے بحث نہین کی، جس سے مسلمانون کو یہ فیصلہ کرنے کا موقع ملتا کہ آج سود کے جن اقسام کو جائز کیا جارہا ہے، اُن مین یہ علل و اسباب پائے جاتے ہین یا نہین؟ خود قدما مین ایک گروہ ایسا موجود ہے جو اس مسئلہ کو ایک تعبدی مسئلہ قرار دیتا ہے یعنی اونکے نزدیک شریعت کے جو احکام ایسے ہین، جنکی حلت و حرمت کے اسباب و مصالح معلوم نہین ہوسکتے بلکہ ہمارا کام صرف یہ ہے کہ ان احکام کے سامنے اندھا دھند سر تسلیم خم کردین، حرمتِ سود کا مسئلہ بھی انھین احکام مین داخل ہے، چنانچہ امام رازی تفسیر کبیر مین لکھتے ہین،

ان حرمۃ الرباء قد ثبتت بالنص ولا یجب ان یکون حکم جمیع التکالیف معلومۃ للخلق فوجب القطع بحرمتہ عقد الربا و ان کنا لا نعلم الوجہ فیہ[1]

سود کی حرمت نص قرآن سے ثابت ہو، اور یہ ضروری نہین کہ تمام تکلیفات شرعیہ کی حکمتین مخلوق کو معلوم ہون اس لیے حرمتِ سود پر یقین کرنا ضروری ہے، گو ہم کو اسکی وجہ معلوم نہ ہو،

خود کفارِ عرب بھی حرمت سود کے اسباب و مصالح کے سمجھنے سے عاجز تھے اس لیے اس پر یہ عقلی اعتراض کرتے تھے کہ:

"ایک شخص نے دس درہم پر ایک کپڑا خریدا پھر اُسکو گیارہ درہم پر فروخت کردیا تو یہ حلال ہے، اسی طرح اگر وہ خود دس درہم کو گیارہ درہم پر فروخت کردے تو اسکو بھی حلال ہونا چاہئے، کیونکہ عقل ان دونون معاملات مین کوئی فرق نہین کرتی، یہ صورت تو اُس سود کی ہے، جو بصورت نقد ہو، لیکن ادھار سود کی بھی یہی صورت ہے کیونکہ فی الحال جس کپڑے کی قیمت دس درہم مل سکتی ہے، اگر کوئی شخص اوس کو ایک مہینہ کے وعدے پر گیارہ درہم کے عوض مین فروخت کردے تو شرعًا جائز ہے، بعینہٖ اسیطرح اگر ایک مہینہ کے وعدے پر دس درہم دیکر کوئی شخص اگیارہ درہم لیلے تو اسکو بھی جائز ہونا چاہئے، اس لیے کہ دونون صورتون مین عقل کوئی فرق نہین کرتی، کیونکہ پہلی صورت اس لیے جائز ہے کہ اس پر جانبین نے اپنی اپنی رضامندی ظاہر کردی ہے، اسی طرح دوسری صورت مین بھی جب فریقین نے رضامندی کا اظہار کردی تو اسکو بھی جائز ہونا چاہئے،

لین دین کے معاملے صرف رفع ضروریات انسانی کے لیے مشروع کیے گئے ہین اور یہ ممکن ہے کہ ایک سخت حاجت مند شخص فی الحال تہیدست ہو، لیکن آیندہ اوسکو بہت سے مال حاصل ہونے کی توقع ہو، اس صورت مین اگر سود جائز نہ ہو تو ایک صاحب مال اوسکو کچھ نہ دیگا، اور اس طرح انسان

[1] تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۵۲۱

کو سختی اور حاجتمندی مین مبتلا رہنا پڑیگا لیکن جواز سود کی صورت مین زیادتی کے لالچ سے صاحب مال اوسکو مال دیگا اور مدیون کے لیے مال کے ملنے پر اوس زیادتی کا ادا کرنا حاجتمندی مین مبتلا رہنے سے زیادہ آسان ہوگا، اس لیے جیسا کہ تمام معاملات مین ہمنے رفع ضرورت کے لیے جواز کا فتوی دیا ہے، اسی طرح اس سے سود کی حلت بھی ثابت ہوتی ہے[1]

لیکن خود خداوند تعالی نے قرآنمجید مین اس شبہہ کا کوئی جواب نہین دیا اور بیع و سود کی حلت و حرمت کے علل و اسباب اور ان دونون کے باہمی فروق و امتیازات نہین بتائے بلکہ نہایت تہدیدی الفاظ اور تحکمانہ لہجے مین فرمایا

قالوا انما البیع مثل الربوا و احل اللہ البیع و حرام الربوا، کفار کہتے ہین کہ بیع بھی تو سود ہی کی مثل ہے، حالانکہ خداوند تعالی نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کر دیا ہے،

چنانچہ جو لوگ احکام شرعیہ مین قیاس کے قائل نہین ہین وہ اسی آیت سے استدلال کرتے ہین اور کہتے ہین کہ "احکام شرعیہ کے لیے صرف شارع کا حکم کافی ہے، ان کے لیے عقلی مصالح اور فلسفیانہ علل و اسباب کی ضرورت نہین، چنانچہ امام رازی تفسیر کبیر مین لکھتے ہین،

واعلم ان نفاة القیاس یتمسکون بھذا الحرف فقالوا لو کان الدین بالقیاس لکانت ھذہ الشبھة لازمة فلما کانت مدفوعة علمنا ان الدین بالنص

جان لو کہ جو لوگ قیاس کا انکار کرتے ہین وہ اسی آیت سے حجت پکڑتے ہین، اور کہتے ہین کہ "اگر دین کا دار و مدار قیاس پر ہوتا تو یہ شبہہ ایک لازمی شبہہ تھا، لیکن جب خداوند تعالی نے اسکو مردود قرار دیا

[1] تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۵۳۴،

لا بالقیاس

تو معلوم ہوا کہ دین کا دار و مدار شارع کے حکم پر ہے، قیاس پر نہین ہے"

لیکن ان کے علاوہ اور اور بزرگون نے حرمتِ سود کے علل و اسباب کا سراغ لگایا ہے اور بیع اور سود مین فرق و امتیاز قائم کیا ہے، مثلاً

(۱) سود کے ذریعہ سے ایک انسان کا مال بغیر کسی معاوضہ کے حاصل کیا جاتا ہے، کیونکہ جو شخص نقد یا ادھار ایک درہم دیکر دو درہم لیتا ہے، اوسکو ایک درہم کی زیادتی بغیر کسی معاوضہ کے حاصل ہوتی ہے،

یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک مدت تک کے لیے راس المال یعنی ایک درہم کا مدیون کے ہاتھ مین پڑا رہنا خود اس درہم زاید کا معاوضہ ہے، کیونکہ اگر راس المال خود مالک کے ہاتھ مین رہتا تو ممکن تھا کہ وہ اس مدت مین بذریعہ تجارت کے اس سے منافع حاصل کرتا، لیکن جب اوس نے اوسکو مدیون کے ہاتھ مین چھوڑ دیا، اور مدیون نے اوس سے فائدہ اٹھایا تو وہ صاحب مال کو ایک درہم زاید اس فائدہ کے معاوضے مین دے سکتا ہے،

لیکن یہ منفعت جسکا ذکر کیا گیا ہے، ایک وہمی چیز ہے، جو مدیون کو کبھی حاصل ہوتی ہے اور کبھی حاصل نہین ہوتی مگر ایک درہم کا لینا ایک قطعی اور یقینی چیز ہے، اس لیے ایک وہمی چیز کے لیے ایک یقینی چیز کا ضایع کرا دینا نقصان سے خالی نہین،

قفال نے سود اور بیع مین جو فرق بتایا ہے، وہ بھی یک گونہ اس اعتراض کا جواب ہو سکتا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہین کہ

بیع اور سود مین فرق یہ ہے کہ جو شخص دس روپیہ کا کپڑا بیس روپیہ مین فروخت کرتا ہے وہ کپڑے کی ذات کو اس بیس روپئے کے مقابل مین پیش کرتا ہے، اس لیے جب اس

باہمی مقابلے پر فریقین راضی ہوجاتے ہین توان دونون کے نزدیک روپیہ اور کپڑا دونون مالیت مین ایک دوسرے کے مقابل ہوجاتے ہین اس لیے ایک دوسرے سے کوئی چیز بغیر معاوضہ کے نہین لیتا، لیکن اگر اس نے دس روپے کو بیس روپے کے مقابلے مین بطور قرض کے دیا تو جو دس روپے زائد لیے وہ بلا معاوضہ لیے،

یہ نہین کہا جاسکتا کہ اسکا معاوضہ بھی ایک مدت تک کی مہلت ہے، کیونکہ خود مہلت مال یا کوئی ایسی چیز نہین ہے جسکی طرف اشارہ کرکے یہ بتایا جائے کہ یہ دس روپیہ زائد کا معاوضہ ہے، اس لیے بیع اور سود کا فرق ظاہر ہوگیا۔[1]

(۲) سود خواری انسان کی عملی زندگی مین خلل انداز ہوتی ہے، کسب و عمل کے ذریعہ سے حصولِ معاش مین رکاوٹ پیدا کرتی ہے، کیونکہ جس شخص کے پاس ایک روپیہ موجود ہے، اگر سود کے ذریعہ سے اُسکو نقد یا ادھار ایک روپیہ زاید کے حاصل کرنے کا اختیار حاصل ہوجائے تو وہ کسبِ معاش مین سہل انگاری سے کام لے گا، اور تجارت اور محنت طلب پیشون کی مشقت نہ برداشت کریگا، حالانکہ دنیوی کاروبار تمامتر تجارت، صنعت اور حرفت ہی کے ذریعہ سے چلتے ہین، اس لیے جوازِ سود کا قدرتی نتیجہ یہ ہوگا، کہ دنیا کے سامنے منفعت عامہ کے دروازے بالکل بند ہوجائینگے،

یہ امام رازی کی تقریر کا خلاصہ[2] ہے، لیکن شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ مین اس موضوع پر جو کچھ لکھا ہے اوس سے چند باتین اور معلوم ہوتی ہین، یعنی یہ کہ،

(۱) سود خواری کسب مال کا تمدنی اور تعاونی ذریعہ نہین ہے،

(۲) سود خواری مین نہایت حقیر اور جزئی رقمون پر لوگ جان دیتے ہین، (جو معالی اخلاق

[1] تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۵۳۴ [2] ،، صفحہ ۵۳۱

اور فیاضیِ نفس کے خلاف ہے)

(۳) اس سے باہم سخت نزاعین پیدا ہوتی ہین (مقدمات کی صورت مین تو ظاہر ہے، لیکن اس دور مین سرمایہ داری کے ذریعہ سے جو جنگ قائم رہتی ہے اوسکے تہ مین بھی یہی سود خواری کا جذبہ کام کررہا ہے،)

چنانچہ وہ "البیوع المنہی عنہا" یعنی ناجائز خرید فروخت" کی سرخی کے تحت مین لکھتے ہین کہ

جوا، حرام اور ناجائز ہے، کیونکہ وہ لوگون کے مال کے اُچک لینے کا نام ہے، اور اسکا دار مدار، جہالت، حرص، اور ناجائز خواہشون پر ہے، اور اسکو تمدن و تعاون باہمی سے کوئی تعلق نہین ہے، اس لیے جو شخص ہار جاتا ہے، وہ اگر خاموشی اختیار کرلیتا ہے تو یہ غصہ و ناکامیابی کی خاموشی ہوتی ہے، اور اگر جھگڑتا ہے تو یہ مخاصمت ایک ایسی چیز کے متعلق ہوتی ہے، جسکو اوس نے خود اپنے اوپر لازم کرلیا ہے، اور اپنے قصد و ارادہ سے اس میدانِ جنگ مین اوترآیا ہے، لیکن جو شخص جیت جاتا ہے، اوسکو یہ فتح نہایت لذیذ معلوم ہوتی ہے، اور تھوڑی سی کامیابی اوس کے لیے بہت بڑی کامیابی کی محرک ہوجاتی ہے، اور حرص اوسکو یہ اجازت نہین دیتی کہ وہ اس سے باز آئے، اس لیے تھوڑے ہی دنون مین اسکا وبال خود اس پر آجاتا ہے، اگر جوئے کی عادت ڈالدیجائے تو لوگون کے مال برباد ہوجائین، طویل نزاعات قائم ہون، کسبِ معاش کے تمدنی ذرائع بیکار ہوجائین اور اوس تعاون سے روگردانی اختیار کرنی پڑے جسپر تمدن کا دارمدار ہے، بہت کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہین خود تمہارا مشاہدہ تمہارے لیے کافی ہے، کیا تم نے کسی قمار باز کو دیکھا ہے جسکی یہ متذکرہ بالا حالت نہین ہوتی!

اسی طرح سود یعنی وہ قرض جو اس شرط پر دیا جاتا ہے کہ مدیون کو زیادہ سے زیادہ یا اس سے بہتر مال ادا کرنا پڑیگا حرام اور ناجائز ہے، کیونکہ اس طریقہ سے قرض لینے والے عام طور پر غربا، اور مجبور لوگ ہوتے ہین جو اکثر مدت معینہ پر اس قرض کو ادا نہین کرسکتے اس لیے وہ بڑھ کر دونا، تگنا ہوجاتا ہے، اور پھر اس سے کبھی چھٹکارا نہین حاصل ہوتا،

جوئے اور سود مین برائی ہے، جھگڑا ہے، اور اس قسم کے معاملات صرف شارع کے اختیار مین ہین، کہ وہ ان کے لیے ایک حد مقرر کرے اور جو چیز اس حد سے نیچے ہو اوسکی اجازت دیدے اور اس سے اوپر کے لیے سختی کے ساتھ ممانعت کردے، یا انکو سرے سے ممنوع قرار دے،

عرب مین قماربازی اور سودخواری کا عام رواج تھا اور ان کے ذریعہ سے جنگ ونزاع کا ایک غیر مختتم سلسلہ قائم ہوگیا تھا، اور ان مین تھوڑا سا حصہ لینا بھی، ان مین بہت زیادہ حصہ لینے کا محرک ہوتا تھا، اس لیے اس سے زیادہ صحیح اور سزاوار بات کوئی نہ تھی کہ قبح وفساد کا پوری طور پر لحاظ کرکے کلیتہً ان دونون کی ممانعت کردیجاے

سود کی دو قسمین ہین، ایک تو حقیقی سود ہے، اور دوسرا وہ سود ہے جو حقیقی سود کے حکم مین شامل کرلیا گیا ہے، تو حقیقی سود صرف قرض کی صورت مین لیا جاتا ہے، اور ہم اوپر بیان کر آئے ہین کہ اوسکے ذریعہ سے معالات کا اصل موضوع بالکل بدل جاتا ہے (کیونکہ معاملات کی شان یہ ہے کہ وہ تمدن کے لیے مفید ہون اور ان کے متعلق معاملہ کرنے والون مین نزاع نہ پیدا ہو) اس لیے اگر سود کو معاملات مین شامل کرلیا جائے تو یقیناً نزاعین قائم ہونگی اور معاملات کا اصل موضوع بالکل

بدل جائیگا،)

اہل عرب زمانۂ جاہلیت مین اس مین شدت کے ساتھ مصروف ومشغول تھے اور ان کے ذریعہ سے طویل لڑائیان قائم ہوگئی تھین، اور اسکا تھوڑا سا حصّہ بھی اس کے زیادہ حصّے کا محرک ہوگیا تھا، اس لیے یہ ضروری ہوا کہ کلیتہً اوسکا دروازہ بند کردیا جائے، یہی وجہ ہے کہ قرآنمجید مین خصوصیت کے ساتھ صرف اسی صورت کے متعلق حکم نازل ہوا،

دوسری صورت "ربا فضل" کی ہے، اور اس مین اصل یہ حدیث مستفیض ہے "الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواء بسواء، يداً بيد، فاذا اختلفت هذه الاصناف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يداً بيد"

"یعنی سونے کو سونے کے برابر، چاندی کو چاندی کے برابر، گیہون کو گیہون کے برابر جو کو جو کے برابر، کھجور کو کھجور کے برابر، اور نمک کو نمک کے مثل بمثل، برابر، برابر ایک ہاتھ سے لینا دوسرے ہاتھ سے دینا چاہیے، لیکن جب ان اقسام مین اختلاف ہوجائے (مثلاً جو، اور گیہون کا تبادلہ ہو) تو جس طرح چاہو خرید فروخت کرو، بشرطیکہ ایک ہاتھ سے لینا دوسرے ہاتھ سے دینا ہو"

صرف سختی کے اصول پر عمل کرکے اور نیز اسلیے کہ اسکو حقیقی سود کے ساتھ مشابہت حاصل ہے اسکا نام سود رکھا گیا ہے، اور اس حیثیت سے اس حدیث کے معنے بھی سمجھ مین آجاتے ہین کہ "لا ربا الا فى النسيئة" یعنی سود صرف ادھار یعنی قرض مین ہے، تاہم اس دوسرے مفہوم مین بھی شریعت مین سود کا لفظ زیادہ تر مستعمل ہو

اس لیے وہ اس معنی مین بھی حقیقت شرعیہ بنگیا واللہ اعلم

(۳) انسان قرض دیکر دوسرے پر جو احسان کرسکتا ہے، سود خواری اسکا بالکل خاتمہ کردیتی ہے کیونکہ اگر سود حرام کردیجائے تو لوگ نہایت خوشی کے ساتھ روپیہ لینگے، اور نہایت مسرت کے ساتھ اسکو واپس کرین گے، لیکن اگر سود کو حلال کردیا جائے تو مجبوراً ایک حاجت مند شخص کو ایک روپیہ دو روپیہ کے معاوضہ مین لینا پڑیگا، اور اس حالت مین لازمی طور پر ہمدردی، غمخواری، اور فضل و احسان کا خاتمہ ہوجائیگا،

(۴) اگرچہ دولت مند لوگ بھی بعض اوقات قرض لیتے ہین لیکن عام طور پر قرض لینے والے مفلس اور قرض دینے والے دولتمند ہوتے ہین، اس لیے اگر سود کو جائز قرار دیا جائے تو اسکے معنی یہ ہونگے کہ ایک دولتمند شخص کو یہ اختیار دیدیا گیا کہ ایک محتاج اور مفلوک الحال شخص سے زاید مال حاصل کرے، اور خداوند تعالی کی رحمتِ عام اسکو جائز نہین قرار دیتی،

لیکن ان تمام علل و اسباب مین موجودہ تمدنی حالات کے لحاظ سے اخیر کے دو سبب بہت زیادہ قوی نہین قرار دیے جاسکتے،

(۱) یہ سچ ہے کہ سودی روپیہ سے مدیون جو تجارتی، صنعتی اور زراعتی فائدہ حاصل کرسکتا ہے، وہ ایک وہمی چیز ہے جو کبھی حاصل ہوتا ہے اور کبھی حاصل نہین ہوتا، لیکن اس لحاظ سے تو دنیا کی ہر چیز وہمی ہے، اگر اس وہم کا اعتبار کرلیا جائے تو دنیا کے تمام کاروبار ناجائز ہوجائین، سب سے بڑھکر یہ کہ سود کی رقم جسکو اس وہمی منفعت کے مقابلے مین قطعی اور یقینی قرار دیا جاتا ہے وہ بھی اس حیثیت سے قطعی اور یقینی نہین ہے، سیکڑون مقدمات مین سود تو درکنار، خود اصل رقم سے بھی دائن کو ہاتھ دھونا پڑتا ہے،

لہ حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم صفحہ ۷۹، ۸۰

وہ مدت جس مین دائن کا روپیہ مدیون کے ہاتھ مین پڑا رہتا ہے، اگرچہ بذات خود مال یا کوئی ایسی چیز نہین ہے جسکی طرف اشارہ کرکے یہ بتایا جائے کہ یہ زاید روپیہ کا معاوضہ ہے، تاہم یہ محض قدیم فقہی اصطلاح ہے، جدید علم الاقتصاد نے اس اصطلاح کو بالکل بدل دیا ہے، اور سود کو ایک دوسری چیز کا معاوضہ قرار دیا ہے، اس لیے لازمی طور پر سود کی حقیقت بالکل بدل گئی ہے، چنانچہ سود کی تاریخی حقیقت اور تاریخی تغیرات کے واضح کرنے کے لیے ہم مسٹر الیکس برنی کی مشہور کتاب علم المعیشت سے چند اقتباسات نقل کرنا مناسب سمجھتے ہین،

(۱) یورپ مین سود مدتون مذہباً حرام اور قانوناً ممنوع رہا، اور ایسا ہونا کچھ عیب و بیجا بھی نہ تھا، جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہین اس مین صرف ایک خاص قسم کا لین دین مروج تھا، دولتمندون کا ایک مختصر گروہ تھا جن کے پاس زر نقد کے بڑے بڑے ذخیرے بیکار پڑے تھے، معاشی پس ماندگی کی وجہ سے اس زمانہ مین ایسے فاضل اندوختون سے بطور اصل عمل پیدائش مین مدد لینے کا بہت کم موقع حاصل تھا، اب یہ زر نقد کا اگر کوئی مصرف تھا تو بس یہ کہ غریب آفت زدہ اور حاجت مندون یا ناعاقبت اندیش عشرت پرستون کو سود پر قرض دیا جاتا، بہرصورت ایسے قرضون سے بطور دولت احتیاجات رفع کیجاتی تھین عمل پیدائش دولت مین بطور اصل ان سے کوئی کام نہین لیا جاسکتا تھا گویا قرض دہندے اور قرض گیر دونون کے ہاتھون مین زر قرض محض دولت تھا جو احتیاجات رفع کرنے کے کام آتا تھا، وہ کسی جانب بھی اصل شمار نہین ہوسکتا تھا کیونکہ اس مین ہر دو جانب صفت پیدا آوری مفقود تھی، چنانچہ ارسطو کا مقولہ کہ "زر نقد بچے نہین دیتا"، اسی غیر پیدا آوری پر زور دیتا ہے، ایسے قرض پر جو سود دیا جاتا تھا وہ دراصل غریب قرضدار کے گاڑھے پسینے کی کمائی ہوتی تھی

زرقرض سے نہ اصل کا کام لیا جاتا تھا، نہ قم سود اسکی پیداوار ہوتی تھی ایسے غیر پیداآور قرضون کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند دولتمندون سے جنکے پاس فاضل دولت کا کوئی اور مصرف نہ تھا بیشمار غریب لوگ بحالت مجبوری وناچاری تھوڑا سا قرض لیکر جسکو وہ جلد ما یحتاج زندگی مین صرف کردیتے ہین ہمیشہ کے واسطے ان کے پنجہ مین گرفتار ہو جاتے تھے، قرض ادا کرنا تو ذکر کیا ہے، سود ہی ادا کرتے کرتے عمر گذر جاتی تھی،

(۲) یورپ مین قرون وسطی کے ساتھ ساتھ سود کے دور ثانی کی ابتدا ہوئی، اس سے قبل تو قرض بالعموم رفع احتیاجات کے واسطے محض بطور دولت استعمال ہوتا تھا لیکن جب عام بیداری اور ایجادات کی بدولت صنعت وحرفت نے فروغ پایا، اور تجارت کا عروج شروع ہوا تو حوصلہ مند کارگذارون نے بیکار اندوختے قرض لے لیکر کاروبار جاری کردیئے اور حاصل زائد مین سے کچھ قرض دہندونکو بد سود ادا کیا اور باقی بطور منافع خود سنگوایا،

جب بیکار اندوختون مین خاصیت پیداآوری نمایان ہوگئی اور کاروبار مین صرف زرنقد سے شریک ہوکر نفع اوٹھانے کی صورت نکل آئی تو ایک حالت مین قدیم طرز کے غیر پیداوار قرضون پر بھی سود جائز قرار پاگیا،[له]

(۳) سود کیا ہے؟ کس طرح پر پیدا ہوکر کس اصول کے مطابق تقسیم ہوتا ہے؟ ماہیت سود کے متعلق ان سوالات پر بیحد اختلاف رائے پھیلا ہوا ہے، (لیکن سود کے متعلق جو متعدد مسائل نکالے گئے ہین وہ چند انواع مین مرتب ہو سکتے ہین،

(ب) مسئلہ پیداآوری، سود اصل کی اُن خدمات کا معاوضہ ہے جو پیدائش دولت مین وہ سرانجام دیتا ہے، اور جس طرح کہ مزدور کی محنت کا معاوضہ اجرت کہلاتا ہے

له بنکون کے سود کے عدم جواز کی یہ بھی ایک وجہ ہو سکتی ہے،

اصل کی خدمات کے معاوضے کو سود کہتے ہین،

(ج) مسئلہ احتجاب، انسانی خاصہ ہے کہ کسی چیز سے بوقت موجودہ لطف اٹھانے کو بمقابلہ مستقبل کے زیادہ دل چاہتا ہے، اور التوای لطف بہت گران گذرتا ہے، اول تو پیدائش اصل کے واسطے پس اندازی یعنی بعض موجودہ ضروریات ترک کرکے مستقبل ضروریات کے خیال سے کچھ بچانا شرط لابدی ہے، دوسرے اندوختہ سے بجائے دولت کے بطور اصل کام لینا یعنی اس سے فوری احتیاجات رفع نہ کرکے مزید دولت پیدا کرنا گویا اس لطف اندوزی کو ملتوی کرنا ہے، پس پیدائش اور شغل اصل دونون مین احتجاب مضمر ہے، اور احتجاب کیا ہے؟ لطف اندوزی کے کام سے باز رہنا جو کہ ہم مقدمہ مین واضح کر چکے ہین، خدمت کی ایک شکل ہے، اور ہر طرح پر دولت کہلانے کا مستحق، پس سود معاوضہ ہے اسی خدمت احتجاب کا، اس مسئلہ کے رو سے پیدائش اصل بہت کچھ اور شغل اصل سراسر سود پر منحصر ہے، اور چونکہ پیدائش دولت مین اصل اس قدر معاون ہے سود دینا لابد اور درست ہی،

(د) مسئلہ محنت، بعض نے پس اندازی شغل اصل کو سیدھے سادے طور پر محنت قرار دیکر سود کو اصل دار کی اس محنت کا معاوضہ یا اجرت قرار دیدیا یہ مسئلہ بھی مسئلہ احتجاب سے ملتا جلتا مگر اس سے زیادہ سادہ ہے،

اگرچہ اب بھی سود کی یہ علمی تشریح وتوجیہ بالکل ادھوری اور غیر تشفی بخش ہے، تاہم سود کی اس قدیم حقیقت سے کہ وہ صرف ایک مدت تک کی مہلت کا معاوضہ ہی بہت زیادہ مکمل اور قابل اطمینان ہے،

(۲) حرمت سود کی دوسری وجہ بھی اس زمانے مین کوئی بہت زیادہ مکمل اور قابل اطمینان

نہین ہے،

ممکن ہے کہ قدیم زمانے مین سود خواری کے ذریعہ سے انسان کی عملی زندگی مین خلل واقع ہوتا ہو اور وہ تجارتی، زراعتی اور صنعتی ذرائع سے مستعدانہ طریقہ پر اپنی معاش پیدا کرنے کے بجاے اپاہجون کی طرح ایک پھٹے پرانے ٹاٹ کے ٹکڑے پر بیٹھکر صرف سود کے ذریعہ سے روپیہ کما سکتا ہو، لیکن اس زمانے مین تو تمام تجارتی، صنعتی، زراعتی، بلکہ علمی اور مذہبی سرگرمیان بھی صرف سود کے ذریعہ سے قائم ہین، اس لیے جوازِ سود کا قدرتی نتیجہ یہ کیونکر ہوگا، کہ

"دنیا کے سامنے منفعت عامہ کے دروازے بالکل بند ہو جائین گے"

خود تمدن جدید نے جوازِ سود پر جو دلیل قائم کی ہے یعنی یہ کہ

سود دنیا کی عملی جد و جہد کو ایک سلسلے مین مربوط کر دیتی ہے ارباب مال اور ارباب خیال کے درمیان تعاون و تکافل پیدا کرتی ہے، مثلاً فرض کرو کہ انجینیرونکی ایک جماعت کے سامنے ایک ایسا کام ہے جو تمام دنیا کے لیے مفید ہے، اور خود اس جماعت کو اس کے ذریعہ سے عظیم الشان مالی فائدہ پہنچ سکتا ہے، لیکن اس تجویز کو عملی صورت مین لانے کے لیے اس جماعت کے پاس روپیہ نہین، اس لیے اگر وہ سرمایہ دارون سے چار پانچ روپیہ فیصدی سالانہ کے حساب سے روپیہ لیکر خود اس سے بیس پچیس روپیہ سالانہ کا فائدہ اٹھائے تو آخر اس مین کیا حرج ہے، و ارباب تجاویز سرمایہ دارون کو اونکے روپیہ کا فائدہ نہ دینگے تو وہ انکو قرض بھی نہ دین گے، اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ انکی تجویزین بیکار پڑی رہ جائنگی، اور اس طرح اہم تجاویز اور صنعتی تگ و دو مین رکاوٹ پیدا ہوگی لوگ انکے فوائد سے محروم رہ جائینگے، اور قوم کی ترقی تھک کر بیٹھ جائیگی، اور دوسری قومین تمدنی اور ارتقائی میدان مین اس سے بازی لیجائین گی،[1]

[1] کنز العلوم و اللغۃ فرید وجدی ص ۲۱۷،

وہ بالکل حرمت سود کی دوسری دلیل کے منافی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے مین سود کا جو طریقہ تھا وہ اب اس تمدنی دور مین بالکل بدل گیا ہے، اس لیے شرعاً و قانوناً صرف وہ سود حرام ہے جو دوگنا تگنا کی مقدار مین لیا جائے اور اس آیت "لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس"

سود خوار لوگ (قیامت کے روز یا خود دنیا مین) نہین کھڑے ہونگے مگر اس شخص کی طرح جسکو شیطان نے مخبوط الحواس کر دیا ہو، سے صرف وہ سنگدل اور ظالم لوگ مراد ہین جو دیہاتون اور شہرون مین بستے ہین، اور عورتون اور ضعیفون کو عموماً ماہوار سو پر ایک گنی دیتے ہین، اس لیے ان کو فیصدی ساٹھ یا سو روپیہ سالانہ سود ملتا ہے، اور قرض ہی کی صورت مین یہ لوگ ان عورتون کے زیورات اور ان غریبون کے مکانات کو رہن لیتے ہین اسلیے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رہن تو غائب ہو جاتی ہے، اور ان بیچارونکی دولت کا خاتمہ ہو جاتا ہے،

لیکن جو عظیم الشان کام اعانت و کفالت باہمی کے محتاج ہین اور انکے لیے ارباب مال اور ارباب خیال کا باہمی تضامن ضروری ہے، ان مین مال کا فائدہ کیون حرام ہوگا؟ حالانکہ اس صورت مین اگر صاحب مال سالانہ فیصدی پانچ روپیے کا فائدہ اٹھائیگا تو قرض لینے والا فیصدی پچیس یا اس سے زیادہ فائدہ حاصل کریگا،[1]

غرض جدید دور مین حرمت سود کے یہ دونون اقتصادی اسباب تو بہت زیادہ قوی تسلیم نہین کیے جا سکتے، البتہ اخیر کے دو اخلاقی اصول یعنی یہ کہ

(۱) سود کے ذریعہ سے ہمدردی، مواسات اور فضل و احسان کا خاتمہ ہو جاتا ہے،

(۲) ایک محتاج شخص سے ایک متمول آدمی کو زائد رقم دلوانا رحمت خداوندی کے منافی ہے،

[1] کنز العلوم و اللغۃ صفحہ ۲۰۹،

اس زمانہ مین بھی صحیح تسلیم کیے جا سکتے ہین، چنانچہ مسٹر الیکس برنی علم المعیشت مین اسکو سخت بد اخلاقی قرار دیتے ہین اور لکھتے ہین،

"غریبون سے بیحد زیادہ شرح سے سود لیکر چھوٹی چھوٹی رقمین قرض دیکر ہمیشہ کے واسطے انکی کمائی کا شریک غالب بن جانا یا شوق دلا دلا کر بھولے بھالے وارستہ مزاج رئیس زادون کو قرض دیکر انکی جائداد ضبط کر لینا سوسائٹی کے حق مین اسقدر خطرناک اور اخلاقی لحاظ سے اس قدر مذموم ہے کہ قانوناً اسکی بندش اشد ضرور ہے"

اور اسلام نے سود کو حرام کرکے یہی ضروری بندش کی ہے، اسلام مین ایک متمول انسان کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ جو لوگ بالکل محتاج ہین، صدقہ و زکوۃ کے ذریعہ سے انکی اعانت کرے، لیکن جو لوگ صدقہ و زکوۃ کے مستحق نہین ہین انکی اعانت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ انکو بلا سود ہی قرض دے اور اگر مدت معینہ مین ادا نہ ہو سکے تو اس احسان پر دوسرا احسان یہ کرے کہ اونکو مہلت دے لیکن سود خواری، بخل، حرص، اور قساوت قلب کو بڑھاکر اعانت کے ان دونون طریقون کا سد باب کر دیتی ہے، چنانچہ قرآن مین جہان جہان، سود کا ذکر آیا ہے ان تمام مواقع پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ

(۱) خداوند تعالی نے مال و دولت کو ہمدردی، مواسات، اعانت، فیاضی اور فضل و احسان کا بہترین ذریعہ بنایا ہے، اور ان اخلاقی اوصاف کا بہترین مظہر زکوۃ ہے جو تمام مسلمانون پر فرض ہے،

(۲) اس کے بعد صدقہ و خیرات کا درجہ ہے جو گو فرض نہین ہے، لیکن بہت زیادہ ثواب کا کام ہے،

(۳) ان دونون کے بعد قرض کا درجہ ہے جس کے ذریعہ سے انسان لوگون پر بہت کچھ

احسان کر سکتا ہے،

(۴) پھر بیع کا درجہ ہے، جو اگرچہ فضل و احسان کا ذریعہ نہین تاہم بہرحال ایک تعاونی چیز ہے، اور کم از کم اس سے ہمدردی و اعانت کے اُن اخلاقی اصول کی بیخکنی نہین ہو سکتی جنکو اسلام نے زکوۃ و صدقہ اور قرض کے ذریعہ سے ترقی دینا چاہا ہے،

(۵) لیکن سود خواری کلیۃً ہمدردی و اعانت کے ان اخلاقی اصول کا خاتمہ کرکے سنگدلی، قساوت، خود غرضی اور غارتگری کا بدترین نمونہ قائم کرتی ہے، اس لیے وہ صدقہ و زکوۃ تو کیا تعاونی حیثیت سے بیع کے مثل بھی نہین ہو سکتی، یہی بدیہی وجہ تھی کہ جب کفار نے یہ اعتراض کیا

انما البیع مثل الربوا — بیع سود کے مثل ہے،

تو خداوند تعالی نے اس بدیہی غلطی کا ازالہ نہین کیا، بلکہ نہایت تحکمانہ لہجے مین جس سے سخت غصہ کا اظہار ہوتا ہے فرمایا،

واحل اللہ البیع وحرم الربوا — (بیع اور سود دونون یکسان کیونکر ہو سکتی ہے) حالانکہ خدا نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے،

بیع کی صرف ایک صورت ہے جس سے خود غرضی اور سنگدلی کا اظہار ہوتا ہے، یعنی بعض اوقات مجبور اور حاجتمند اشخاص سینکڑون روپیہ کی چیزین دس پانچ روپیہ پر فروخت کر دیتے ہین، اور لینے والے انکو شوق سے لیتے ہین، بلکہ جن لوگونکو اسکا چسکا پڑ جاتا ہے وہ اس قسم کی چیزونکی تلاش مین رہتے ہین لیکن ابوداؤد کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع کی یہ صورت بھی ناجائز ہے، چنانچہ اس حدیث کے الفاظ یہ ہین،

قال محمد حدثنا شیخ — محمد کہتے ہین کہ ہم سے بنو تمیم کے

من بنی تمیم قال — ایک بڈھے شخص نے

خطبنا علی بن ابی طالب او قال قال علی سیاتی علی الناس زمان عضوض یعض الموسر علی ما فی یدیہ ولم یومر بذالک قال اللہ تعالیٰ لا تنسوا الفضل بینکم ویبایع المضطرون وقد نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع المضطر وبیع الغرر وبیع الثمرۃ قبل ان تدرک (ابو داؤد کتاب البیوع باب فی بیع المضطر)

یہ روایت کی کہ ایک بار ہمارے سامنے علی ابن ابی طالب نے خطبہ دیا یا یہ کہ حضرت علی نے فرمایا کہ انسانون پر ایک سخت زمانہ آنیوالا ہے، جس مین دولتمند شخص اپنے مال کو سختی کے ساتھ روک رکھے گا، حالانکہ اوسکو اسکا حکم نہین دیا گیا ہی، خداوند تعالیٰ فرماتا ہی کہ باہمی احسان کو نہ بھولو، اور مجبور لوگون سے خرید و فروخت کیجائیگی حالانکہ رسول اللہ صلعم نے مجبور کی بیع، دھوکے کی بیع اور پکنے سے پہلے پھل کی بیع سے منع فرمایا ہے،

لیکن سودخواری کے ذریعہ سے انسان کسی انسان کے ساتھ ہمدردی یا کم از کم تعاون کر ہی نہین سکتا بلکہ بداخلاقی کے تمام عناصر اس مین شامل ہین، اور اس حیثیت سے بنک کے سود کو دوسری قسم کے سودی کاروبار پر کوئی ترجیح حاصل نہین ہے، اس لیے وہ بیع کے مثل نہین ہوسکتی اسلئے خداوند تعالیٰ کا یہ جواب اخلاقی حیثیت رکھتا ہے اقتصادی حیثیت نہین رکھتا، بہرکیف سودخواری صدقہ، زکوۃ، اور قرض کے اصل موضوع یعنی ہمدردی، مواسات اور فیاضی کے بالکل متضاد اور منافی ہے، اور بیع و شراء کے ساتھ تعاونی حیثیت سے اوسکو کوئی مشابہت و مماثلت حاصل نہین ہے، اس لیے وہ اوس سے بھی الگ ہے یہی وجہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ہر موقع پر ان تمام چیزون کا ذکر ساتھ ساتھ حریفانہ حیثیت سے کیا ہے، صدقہ و زکوۃ کی فضیلت اور سودخواری کی مذمت بیان کی ہے، فضل و احسان کی تکمیل کے لیے قرض مین ہر ممکن نرمی کے اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے، اور سود کو بیع سے بالکل الگ چیز قرار دیا ہے،

یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات

خدا سود کو گھٹاتا اور صدقہ کو بڑھاتا ہے،

یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مومنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون۔

مسلمانو! خدا سے ڈرو اور اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اوس سود کو چھوڑ دو جو لوگون کے ذمہ باقی ہی، اور اگر ایسا نہین کرتے تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لیے ہوشیار رہو، اور اگر تم لوگ توبہ کرتے ہو تو اپنی اصل رقم تم کو ملسکتی ہے، نہ تم کسی کا نقصان کرو، نہ کوئی تمھارا نقصان کرے، اور اگر کوئی تنگدست (تمھارا مقروض) ہو تو (اوسکو) فراخدستی تک کی مہلت (دو) اور اگر سمجھو تو تمھارے زیادہ بہتر یہ ہی کہ اوسکو (اصل قرضہ بھی) بخش دو،

الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس، ذلک بانہم قالوا انما البیع مثل الربوا واحل اللہ البیع وحرم الربوا

جو لوگ سود کھاتے ہین، وہ (قیامت کے دن یا دنیا ہی مین) نہین کھڑے ہونگے مگر اوس شخص کی طرح جسکو شیطان کے آسیب نے مخبوط الحواس کر دیا ہو، یہ اون کے اس کہنے کی سزا ہے کہ بیع مثل سود کے ہے، حالانکہ بیع کو تو اللہ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام،

ان تمام مباحث و مقدمات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلام نے معاملات کی بنیاد اخلاقی اور تعاونی اصول پر رکھی ہے، اور صدقہ و خیرات مین نرمی، فیاضی، ہمدردی، اور فضل و احسان کے جو اخلاقی عناصر شامل مین، تمام معاملات مین انکی آمیزش کی ہے، لیکن سودی قرض ان تمام عناصر کو دفعۃً فنا کر دیتا ہے، اس لیے وہ بالکل اسلامی اصول کے منافی ہے، چنانچہ شیخ محمد خضری تاریخ التشریع الاسلامی مین لکھتے ہین،

ولم یبین القرآن ما البیع وما الربا

اور قرآن مجید نے یہ بیان نہین کیا کہ بیع کیا ہی اور

الاکتفاء بمباطعان معی رفاعند المتساعین، وقد بین ان الربا مضاد لمبدء التسامح الذی شیدت علیہ الشریعة الاسلامیة

سود کسکو کہتے ہین، ؟ کیونکہ قرآن مجید کے سامعین کے نزدیک یہ ایک جانی ہوئی بات تھی اور قرآن مجید نے اسی اصول موضوعہ پر اکتفا کیا البتہ یہ بیان کر دیا کہ سود نرمی اور فیاضی کے اوس اصول کے بالکل منافی ہے جس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد رکھی گئی ہے،

خود جدید علم الاقتصاد بھی سود کی ان سخت گیریون کو تسلیم کرتا ہے، چنانچہ مسٹر الیاس برنی اپنی کتاب علم المعیشت مین تحریر فرماتے ہین،

ہم بتا چکے ہین کہ ہماری اصطلاح مین ربا سے مراد وہ معاوضہ ہے جو غریب حاجتمندون یا امیر ناعاقبت اندیشون کی فوری احتیاجات رفع کرنے نہ کہ پیداآور کامون کے واسطے زر نقد قرض لیکر بشرح اعلی وصول کیا جائے، شرح کی زیادتی قرضخواہ کی لاچاری، وشدت احتیاج اور قرض دہندہ کی چیرہ دستی و بیرحمی کے مطابق ہوگی، خدا کی رحمت یعنی مرفہ الحالی کی ناشکری اور زر نقد کی بد استعمالی اس سے بڑھکر اور کیا ہوسکتی ہے کہ غریبون کی تنگدستی اور اپنی دولت سے ناجائز فائدہ اوٹھا کر انکی چھوٹی چھوٹی کمائیون سے حصہ چھینئے، بغایت اعلی شرح سود پر تھوڑا سا قرض دیکر ہمیشہ کے واسطے انکو اپنا غلام بنالے کہ گاڑھے پسینہ کی کمائی مین سے وہ اپنا پیٹ کاٹ کاٹ کر اسکو مدت العمر سود دیا کرین اور ادائگی قرض کی کبھی نوبت نہ آنے پائے، یا کسی بھولے بھالے رئیس زادہ کو اول اول عیش و عشرت کی چاٹ لگا کر نہایت دلجوئی اور خندہ پیشانی کے ساتھ قرض مرحمت کیا جائے اور چند ہی روز مین بر سر عدالت انکو جائداد و ریاست کی ملک و آمدنی سے سبکدوش

کر کے ان کا خاتمہ بالخیر کر دیا جائے، یورپ مین تو یہود شہرۂ آفاق ہین[1]، لیکن ہمارے یہان کے مہاجن بھی کسی سے کم نہین، رباخوری کے لین دین سے سب کی آنکھون کے سامنے، خود قانون کی ظل عاطفت مین (جسکی مشہور عالم غرض واحد کمزورون کی حمایت اور قیام حفظ و امن ہی) چور اور ڈاکوون سے کہین زیادہ بیشمار غریب اور نادانون کا گھر لوٹ رہے ہین، افلاس پھیلا کر عزتمند اور نیک نیت خستہ حال مقروضون کیلیے بھیک اور چوری کے سوائے لبسر اوقات کا کوئی ذریعہ نہین چھوڑتے اور اپنے مقروض فاقہ کش خاندانون کی اموات مین طاعون کا حق ادا کر دیتے ہین،

اس کے بعد اونھون نے بہت سے سودی مقدمات کی فہرست دی ہے جن مین پچاس پچاس کی رقمین بڑھ کر تین تین چار چار ہزار تک پہنچ گئی ہین، اور اُن قوانین و اصلاحات کا تذکرہ کیا ہے، جو اس قسم کی سودخواری کو روکنے کے لیے جاری کی گئی ہین، لیکن اُنکے نزدیک یہ تمام سخت گیریان صرف اوس سود مین پائی جاتی ہین جو قدیم زمانے مین تمام دنیا مین رائج تھا، اور جسکو دور جدید مین ربا کہتے ہین، باقی بنک کا سود جسکی شرح بہت کم ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ سے بہت کچھ مال و دولت پیدا کی جاسکتی ہے، اس سے بالکل الگ ہے، چنانچہ جب اس قسم کے سود کا رواج ہوا، تو خود قدیم زمانے کے طریقہ سود پر بھی اس کا اثر پڑا اور وہ بھی جائز قرار دیا گیا، چنانچہ مسٹر الیاس برنی لکھتے ہین،

جبکہ بیکار اندوختون مین خاصیت پیدا آوری نمایان ہوگئی اور کاروبار مین صرف زر نقد سے شریک ہوکر نفع اُٹھانے کی صورت نکل آئی تو ایک حالت مین

[1] عہد رسالت مین بھی شہرۂ آفاق تھے،

قدیم طرز کے غیر پیداآور قرضون پر بھی سود جائز قرار پاگیا،

غرض بنکون کے سود کی حالت قدیم طریقہ ربا سے بالکل مختلف ہے، کیونکہ :

(۱) ربا مین شرح سود غیر معین اور بہت زائد ہوتی ہے، اور بنکون کے سود کی شرح معین اور بہت کم ہے،

(۲) ربا سے انسان دولت نہین پیدا کرسکتا اور بنکون کے ذریعہ سے دولت پیدا کرسکتا ہے،

لیکن جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین اسلام نے ربا کو ایک خاص اصول کی بنا پر حرام قرار دیا ہے، جو اسلام کا سنگ بنیاد ہے، یعنی نرمی، فیاضی، ہمدردی، اعانت اور مسامحت وغیرہ، اس لیے ہم کو سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ بنکون کے سود سے اس اصول کی مخالفت لازم آتی ہے یا نہین ؟ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اصول مین کمی و بیشی اور ضعف و شدت کا لحاظ نہین کیا جاتا، مثلاً ایک انسان کی جان کا تحفظ مذہب و قانون دونون کا ابتدائی اصول مین داخل ہے، اس لیے قانوناً جو سزا ارسطو اور افلاطون کے قاتل پر عائد ہوگی وہی ایک شیر خوار بچے کے قاتل کو بھی دیجائیگی، اس لیے اصولی حیثیت سے ہم کو بنکون کے سود مین بھی کم و بیش سخت گیری کا وہ مادہ نظر آتا ہے جسکو اسلام نے اصولاً فنا کردیا، مثلاً

بنکون کا منافع یہ ہے کہ زر نقد کم شرح سود پر امانتاً لیتے اور زیادہ شرح سود پر قرض دین (علم المعیشت)

اس لئے شرح سود کی یہ زیادتی گو ربا کی شرح سے کم ہو لیکن وہ بہر حال ایک قسم کی خود غرضی اور سخت گیری پر مبنی ہے، جو اسلامی اصول مسامحت کے بالکل منافی ہے، اس کے علاوہ بنک صرف تاجرون، کاشتکارون، اور کاریگرون ہی کو قرض نہین دیتے بلکہ ایک حاجت مند شخص ایک بھولا بھالا رئیس بلکہ ہر وہ شخص جسکے پاس نیلام پر چڑھنے کے لیے جائداد موجود ہو وہ بنکون سے سود لے سکتا ہے، اور وہ بنک اونکی جائداد کو اوسی طرح نیلام کروا سکتے ہین جسطرح یورپ کے یہودی اور ہندوستان کے مہاجن ہمیشہ اس قسم کی تاک جھانک مین لگے رہتے ہین، اس لیے یہ بھی اسلام کے اصول اعانت و مواسات کے منافی ہے، سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلام اخلاقی تعاون کی تعلیم دیتا ہے اور بنکون کا تعاون و تکافل بالکل تاجرانہ اور خود غرضانہ ہوتا ہے، شرح سود اگرچہ معین اور کم ہوتی ہے، لیکن یہ تجدید مجبورانہ ہے، ورنہ قانون اجازت دے تو بنک اس سود مین بیدریغ اضافہ کرسکتے ہین،

اگرچہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنکون کے رواج نے ایک عام تجارتی گرم بازاری پیدا کردی ہے، لیکن درحقیقت جو چیز کسی چیز کا خاصہ لازمی ہوتی ہے وہ اوس سے جدا نہین ہوتی چنانچہ حرمت سود کا دوسرا سبب یعنی یہ کہ اس سے انسان بیکار ہوجاتا ہے، اور حصول معاش کے جائز ذرائع مثلاً تجارت، زراعت، اور صنعت و حرفت کو چھوڑ کر خود سود کی آمدنی پر زندگی بسر کرنے لگتا ہے، خود بنکون کے سود مین بھی پایا جاتا ہے اور ایک دولتمند شخص بنک مین روپیہ جمع کرکے ہمیشہ کے لیے بے فکری اور بیکاری کی زندگی بسر کرسکتا ہے، چنانچہ مسٹر الیکسن نی اپنی کتاب علم المعیشت مین لکھتے ہین،

آج کل حتی الوسع ہر کوئی اپنے اندوختہ سے بطور اصل کام لینے کا خواہشمند نظر آتا ہے،

موجودہ طریق کاروبار نے شغل اصل مین ایسی آسانیان پیدا کردی ہین کہ ہر شخص بلا دردسر اپنے اصل سے سود حاصل کرسکتا ہے، معتبر بنک مین اندوختہ داخل کردے، یا سرکاری شرح معین سود والے پرامیسری نوٹ اور اسٹاک خریدلے یا کسی انجمن شراکت کے حصے خریدے، غرضکہ بلا محنت و مشقت اصل دار اپنے سود کی آمدنی سے نہایت

عیش و عشرت کی زندگی بسر کررہے ہین، غریب مزدور تو پیٹ پالنے کی خاطر دن
رات جان کھپاتا ہے، زمیندار کو بھی ریاست کے کام مین بہت کچھ تگ و دو
کرنی پڑتی ہے، لیکن اکثر اہل داروں کو وقت معینہ پر گورنمنٹ یا بنک یا کارخانون
سے سود وصول کرنا اور چین اڑانا اس کے سوا اور کوئی کام ہی نہین،

سود سے اگرچہ بظاہر مال مین اضافہ ہوتا ہے، اور صدقہ وخیرات سے اوس مین بظاہر کمی
آجاتی ہے، تاہم خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے،

یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات   خدا سود کو ہمیشہ گھٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے،

اور ہمارے مفسرین نے اسکی تفسیر مین سود کے دنیوی نقصانات کی جو صورتین بیان کی
ہین اُن مین دو صورتین یہ ہین،

(۱) جو حاجت مند لوگ یہ دیکھتے ہین کہ ایک سود خوار نے اونکا مال سود کے ذریعہ سے
لے لیا ہے، وہ اوس پر لعنت بھیجتے ہین، اوس سے بغض رکھتے ہین، اور اوسکو بددعا
دیتے ہین اور یہ اوس کے جان و مال مین خیر وبرکت کے زوال کا سبب ہوجاتا ہے

(۲) اور جب لوگون مین یہ مشہور ہوجاتا ہے کہ اوس نے سود کے ذریعہ سے دولت جمع
کی ہے تو حرص و آز کا رخ اوسکی طرف پھر جاتا ہے، اور ہر ظالم، ہر چور، اور ہر حریص
اسکا قصد کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ درحقیقت یہ اوسکا مال نہین ہے اس لیے اوسکو اسکے
ہاتھ مین نہین رہنے دینا چاہیے[1]،

اور شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ فقرہ ہم اوپر نقل کر آئے ہین کہ

اہل عرب زمانۂ جاہلیت مین سودخواری مین بہ شدت مصروف ومشغول تھے،

[1] تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۵۳۸،

اور اس کے ذریعہ سے طویل لڑائیان قائم ہوگئین تھین،

لیکن سود کے یہ تمام نتائج یعنی بغض، کینہ، دشمنی اور جنگ ونزاع قدیم طریقۂ کاروبار ہی
کے ساتھ مخصوص نہین ہین بلکہ آج بھی شدت کے ساتھ موجود ہین، بلکہ ان مین اور بھی اضافہ
ہوگیا ہے، چنانچہ مسٹر الیاس برنی لکھتے ہین،

سیر وسیاحت، شکار و تفریح کے سوا انکو (سرمایہ دارون کو) نہین معلوم کہ
کونسی ہوا چل رہی ہے، دوسرونکا انکے عیش وبے فکری پر حسد کرنا بالکل
قدرتی بات ہے چنانچہ اہل کے متعلق ایک عام شکایت ہے کہ وہ آمدنی غیر مکتسب
کا آکلہ بنا ہوا ہے

آج یورپ مین اشتراکیت نے جو عام جنگ قائم کرادی ہے اوسکا سبب بھی بغض
وحسد اور سرمایہ دارون کی عیاشانہ زندگی کے سوا اور کچھ نہین ہے، اس کے علاوہ جو ملکی اور
سیاسی لڑائیان قائم ہوتی ہین، ان مین بھی درپردہ سرمایہ دارون ہی کا ہاتھ کام کرتا ہے،

جدید تمدن نے علم الاقتصاد کے مسئلہ اجتناب وغیرہ کی صورتین قائم کرکے اگرچہ سود کے متعلق بہت
سی دقیق اصطلاحین پیدا کردی ہین لیکن تمدن کے سادہ اور محسوس اصول کے لحاظ سے
معاوضہ کی صورتین معین ہین، مثلاً اسباب کے مقابل مین اسباب غلہ کے مقابل مین
غلہ، روپیہ کے مقابل مین روپیہ، محنت اور اجرت کے مقابل مین، کرایہ اور مزدوری وغیرہ
لیکن یہ اصول محض اصطلاحی اور فرضی نہین ہین بلکہ قدرتی ہین یا کم از کم ان کو اصطلاحی
صورت مین لانے کے لیے ان کے قدرتی ماخذ موجود ہین، لیکن جسطرح ایک مدت کی
مہلت کا معاوضہ معین کرنا اور اوسکا نام سود رکھنا ایک ایسی اصطلاح ہے جو سادہ اور
محسوس نہین ہے، یا کم از کم اوسکا کوئی قدرتی ماخذ نہین ہے، بعینہ اسی طرح "مسئلہ پیداواری"

"مسئلہ اجتناب" اور "مسئلہ محنت" کو اصل کا معاوضہ قرار دینا ایک فلسفیانہ اصطلاح ہے، جو دماغ کے تہ کے اندر سے پیدا ہوئی ہے، قدرت کے سادہ اور محسوس ماخذون سے ماخوذ نہین ہے، لیکن اسلام کا تمدن بالکل قدرتی ہے، سادہ ہے، محسوس ہے، اور ہر شخص کی سمجھ مین بآسانی آسکتا ہے، اس لیے وہ ان تمام چیزون کا کوئی معاوضہ نہین قرار دے سکتا ہے، اس لیے بنکون کا سود حرمت سود کے پہلے سبب کے تحت مین بھی آجاتا ہے، غرض تمدنی، اقتصادی، معاشرتی اور اخلاقی کسی حیثیت سے اسلام کا تمدن سود کا متحمل نہین ہوسکتا، اور ان اخلاقی اصول کے معین ہوجانے کے بعد دار الحرب اور دار الاسلام کا سوال بالکل بیکار ہوجاتا ہے، کیونکہ دار الحرب مین اگرچہ احکام اسلامیہ کا نفاذ نہین ہوسکتا تاہم اسلامی اخلاق بہرحال قائم رہتے ہین، اور سود کی حرمت اخلاقی ہی وجوہ پر مبنی ہے،

اب ہم آخر مین دور جدید کے روشن خیال مصنف فرید وجدی کے ایک مضمون کا خلاصہ درج کرتے ہین جس سے ہمارے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے، وہ لکھتے ہین،

"حامیان سود کا یہ قول ہے، لیکن مین کہتا ہون کہ سود کلیۃً حرام ہے، تھوڑا بھی، زیادہ بھی، لینے والے پر بھی اور دینے والے پر بھی، کیونکہ اسکی حرمت پر بہ کثرت دلائل موجود ہین، اور تمام قرائن اسکی تائید کرتے ہین، مثلاً (۱) قرآن مجید مین سود کلیۃً حرام کیا گیا ہے، اور اس حرمت کے بعد سخت سود معتدل سود، اور اوس سود کے درمیان جس سے عظیم الشان تجویزون مین حرکت پیدا ہوتی ہے کوئی فرق و امتیاز نہین کیا گیا ہے، اگر اسکی حرمت مین کسی قسم کے نرمی کی گنجائش ہوتی تو خداوند تعالی اوسکا ذکر کرتا جیسا کہ اوس نے سود کے علاوہ اور تمام مسائل مین کیا ہے[1]، (۲) مالی تعامل کی

[1] مثلاً نماز کی قضا روزے کا فدیہ اور فریضہ حج کا اسقاط بشرط عدم استطاعت

اس شکل کا اثر اسلام کے تمدنی ڈھانچے سے بالکل مٹادیا گیا تھا چنانچہ کسی نے اوسکا تذکرہ نہین کیا اگر تم یہ کہو کہ تمدنی معاملات کی حرکت اوس زمانہ مین دھیمی تھی تو ہم کہینگے کہ اوسکے بعد انتہا درجہ کی سرگرم اور نشاط انگیز حرکت پیدا ہوگئی لیکن اس متحرک عملی زندگی کے لیے بھی سود کوئی لازمی چیز نہین تھی، اور کسی نے اسکی ضرورت کو محسوس نہین کیا،

مجھے اسکی وجہ صرف یہ معلوم ہوتی ہے کہ عربی تمدن کے محرکات و مؤثرات، مغربی تمدن کے محرکات و مؤثرات سے الگ تھے، مغربی تمدن کا محرک جس سے کوئی شخص انکار نہین کرسکتا، خود غرضی، معتدل جسمانی اور طبعی لذت کی افراط، اور انتہا درجہ کی مصنوعی جدت طرازیان ہین اور انھی محرکات نے وہ مؤثرات و عوامل پیدا کیے ہین، جو ان کے ساتھ مناسبت رکھتے ہین مثلاً مزاحمت، کشمکش، قوم کے بیشتر حصے کا فقر و افلاس، اور معاملات عامہ کا بنکون اور سرمایہ دارون کے ہاتھون مین انتقال وغیرہ، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ قومون کا باہمی تعاون، بالکل اقتصادی اور مالی مصالح کے زیر اثر ہوگیا، اور اوسکو حق و انصاف سے کوئی لگاؤ باقی نہ رہا، یہان تک کہ دور حاضر کے مدبران ملکی کو اس کے اعلان و تصریح سے بالکل شرم نہین آتی بلکہ وہ صاف صاف کہتے ہین کہ سیاست کا نہ کوئی مذہب ہے، نہ کوئی نظام اخلاق،

لیکن عربی تمدن کی روح کو نہ ان محرکات نے پیدا کیا اور نہ اوس مین متذکرہ بالا مؤثرات و عوامل کی نشو و نما ہوئی بلکہ مسلمانون کی پیدائش کا پہلا سبب صرف یہ تھا کہ ایک بہترین امت پیدا کیجائے، جو حق کی تائید و حمایت اور باطل کی تذلیل و تفریق کرے، لوگون کو کلمۃ اللہ کی دعوت دے، اس کلمہ کی حامی ہو، سرکشون کی تادیب کرے، اونکو پیس ڈالے، اور دنیا مین ایک ایسا انقلاب پیدا کردے، جسکا نتیجہ

صرف خیر و فلاح ہو، خود خداوند تعالیٰ فرماتا ہے،

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ   تم بہترین اُمت ہو جسکو لوگونکی ہدایت کے لیے
تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ   نمایان کیا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی
عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ۔   سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان لاتے ہو،
وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا   اسی طرح ہمنے تمکو بیچ کی امت بنایا ہے تاکہ
لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ   تم اور لوگون کے مقابلے مین گواہ بنو اور
وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا   تمھارے مقابلے مین (تمھارا) پیغمبر گواہ بنے

اسی عظیم الشان محرک نے اس عربی تمدن کی حرکت کے تمدنی موثرات کو پیدا کیا ہے، اور انھی موثرات مین احقاقِ حق، اور ازہاقِ باطل کیلئے ٹوٹ پڑنا، ایک ایسی عادلانہ حکومت قائم کرنا جو حکمِ قرآنی کو قائم رکھے، اور شیطانی طریقے کو مٹائے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عامل ہونا، نماز کے قائم کرنے کے لیے جمع ہونا، صدقات دینا، روحانی ترقی کیلئے باہم ایک دوسرے کی مدد کرنا، فضیلت اور حکمت کی اشاعت کرکے روح کو حصول کمال کیلئے تیار کرنا، اسلامی جماعت کو مالی امداد دینے کے لیے ملکون اور شہرون کا فتح کرنا تاکہ وہ اپنے متعلقہ کام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اشاعت کرسکے نہ کہ اس فاتحانہ ذریعہ سے تجارتی راستے صاف اور ہموار کیے جائین اور مفتوحہ قومون کا مال چھینا جائے جیسا کہ اس صدی مین نوآبادیات کے قائم کرنیکا مقصد ہے، غرض اسی قسم کے محرکات و موثرات پر عربی تمدن کی عمارت کھڑی کیگئی، اسلیے اس مین زندگی کی حرکت کا ظہور مزاحمت کشمکش، اور رشک و حسد کی صورت مین نہین ہوا، بلکہ وہ باہمی رحم، آسانی، اور نرمی کے قالب مین نمایان ہوئی،

کشمکش اور رشک و تنافس کے یہ الفاظ جنکے کہنے والے سے (آج) کوئی مواخذہ نہین کیا جاتا اور جو لوگ انپر عمل کرتے ہین اُنپر کوئی ملامت نہین کیجاتی یہان تک کہ خریدارون کے مائل کرنے کے لیے دوکانون کے اوپر لکھے جاتے ہین، بلکہ وہ ہزارون تجارتی مرکزون کے نام ہوگئے ہین، عربی تمدن کے ابتدائی زمانے مین باعثِ ننگ و عار تھے، اور وہ صرف اُن اشخاص کی زبانون سے نکل سکتے تھے، جو نہایت ذلیل، اور تمام فضائل سے معرا تھے، اگر وہ یہ الفاظ کہتے بھی تھے تو صرف اپنے ہمجنسون کے کانون مین چپکے سے کہتے تھے، اور اپنی تجارتی دکانون پر عنوان بناکر ان کے لکھنے کی جرأت نہین کرسکتے تھے،

مجھکو اس سے انکار نہین ہے کہ عربی تمدن مین ان موثرات کا پوری طور پر لحاظ نہین کیا گیا اور مجھے یہ اعتراف ہے کہ بہت سے لوگ ریاکارانہ طریقہ پر ان کی پیغامبری کرتے تھے، لیکن کوئی شخص مجھ سے اس معاملے مین اختلاف کرنے کی قدرت نہین رکھتا کہ اس حرکت کے حقیقی موثرات صرف یہی تھے، اور ابتدا مین اس کے سوا اوسکا اور کوئی موثر نہ تھا، مین یہ بھی اقرار کرتا ہون کہ اس کے بعد یہ تمام موثرات اپنے اضداد کے قالب مین بدل گئے، اور تراحم (باہمی رحم) درحقیقت تزاحم (باہمی کشمکش) ہوگیا اور تواہب (باہم ایک کا دوسرے پر ہبہ کرنا) واقع مین تناہب (ایک کا دوسرے کو لوٹنا) کی شکل اختیار کرلی جسکا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بعینہٖ موجودہ دور کے موثرات بن گئے، لیکن اس کے ساتھ کوئی شخص مجھ سے اس بارے مین اختلاف نہین کرسکتا کہ جب ان موثرات نے اپنے اضداد کا قالب اختیار کرلیا تو اس حرکت مین بھی ساتھ ساتھ ضعف آگیا اور وہ بالکل رُک گئی کیونکہ یہ موثرات

اوس کے اصلی مؤثرات و محرکات سے بالکل مختلف تھے،

اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ عربی تمدن کا نظام سودخواری کا مقتضی نہین ہے،
اور اگر وہ اوسکا مقتضی ہوتا تو اوس مین سودخواری کا رواج ہوجاتا، لیکن سودخواری
موجودہ تمدن کے اقتضاءات کے بالکل مطابق ہے، اور وہ اوس سے جیسا کہ ہر اوس
شخص پر جس نے اوس کی زندگی کے کل پرزون کی حرکت پر غور کیا ہے، روشن ہے،
محفوظ نہین رہ سکتا، پس اگر ہم ایک ایسا انسانی تمدن چاہتے ہین، جسکا محرک باہمی
رحم، باہمی عطیہ، زندگی، کی باہمی ذمہ داری معاش کے کاروبار مین باہمی کفالت، اور
قوم کے تمام افراد مین باہمی اعانت ہو، تاکہ یہ تمام لوگ اپنی اپنی روحون کو کمال مقدس
تک پہنچا سکین اور کامل روحانی سعادت جسکے لیے، خدا، قیامت، اور پیغمبرون پر
ایمان لانا ضروری ہے، حاصل کرسکین، تو اس چاہنے کے ساتھ ہی ہمارے درمیان
سے سودخواری رخصت ہوجاتی ہے، اور اسکا اثر بالکل مٹ جاتا ہے، لیکن اگر ہم
یورپ کی حرکت مین اوسکا مقابلہ کرنا چاہتے ہین، اور اوسکے فضائل زندگی سے طالب
امداد ہین، اور اوسکی پارٹی مین شامل ہونا چاہتے ہین، بلکہ اوسکی قومون کے جسم مین
اپنے آپ کو فنا کردینا چاہتے ہین تو اپنے اقتصادی اصول مین ہم کو لازمی طور پر
سودخواری کے اصول کو بھی شامل کرلینا چاہئے،

اگر تم کہو کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ حالانکہ حرکت ہمارے ہاتھ سے نکل چکی ہے اور اس کا روکنا
ہمارے بس مین نہین ہے تو مین کہونگا کہ "ہرگز نہین" یہ ایک عاجزی کا لفظ ہے
کیونکہ دنیا کی کل قومون مین بہت سے اشخاص ہین جنکو اشتراکی یعنی سوشلسٹ کہا
جاتا ہے، ان لوگون نے علم الاقتصاد کے متعلق اس قدر بلند اصول قائم کئے ہین،

کہ تقریباً اونکا مذہب خیالی سمجھا جائیگا، لیکن باانہمہ وہ اپنے اصول کی محافظت کرتے
ہین اور روز اپنی پارٹی مین اور پارٹیونکو شامل کرتے جاتے ہین، حالانکہ اونکے مذاہب
ہمیشہ بالکل نظری رہے، اور کبھی کسی قوم کی حالت پر منطبق نہ ہوسکے، اور آج تک
یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کامیاب ہوگا یا ناکامیاب؟ تو کیا ان کے اس استقلال مین
ہم ان کے برابر نہین ہوسکتے؟ حالانکہ ہم اپنے نفوس کے اندر ایسا عقیدہ رکھتے ہین
جو اس حیثیت سے مضبوط ہے کہ ہمارے اصول اس دور کے تمدنی اصول سے بلند
ہین، اور کیا ہم ہر روز جدید مباحث اور صحیح تحریرون سے اس عقیدے کی قوت کو
اس غرض سے بڑھا نہین سکتے؟ کہ جب مناسب وقت آئے تو رائے عام کو اوسکے
قبول کرنے کے لیے تیار کردین، جیسا کہ خود یورپ کے سوشلسٹ خود اس قسم کے مناسب
وقت کا انتظار کر رہے ہین، اس کے علاوہ ہم مین اور سوشلسٹون مین ایک بڑا فرق
یہ ہے کہ اب تک تجربے نے اونکے مذہب کی تائید نہین کی ہے، اور ہمارے مذہب کے
بل پر ایک طویل زمانے تک ایک ایسی قوم نے زندگی بسر کی ہے جو اوس زمانے مین کمال
زندگی، اور تمدنی رونق کی بہترین مثال خیال کیجاتی تھی تو اس کے بعد تمدن یورپ
کے مریض ترین حصے پر منطبق کرنے کے لیے نصوص قرآنی کی تاویل کے کیا معنی ہین؟

غالباً ایک کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ بات تو ٹھیک ہے، لیکن وہ زیادہ تر خیالی
ہے، تو مین کہہ سکتا ہون کہ اگر ہم ایک ایسے مضبوط مذہب کی دعوت دینے پر جسکی
حقانیت پر دلائل قائم ہوچکے ہین اور حقیقت نے اوسکی بلند پایگی کی شہادت دیدی
ہے، خیال کیطرف منسوب کیے جاسکتے ہین، تو ہمارے حریف سوشلسٹون کو کیا کہا جائیگا
حالانکہ وہ ایک ایسے اصول کی دعوت دیتے ہین جو تمدن یورپ کے اقتصادی

اصول کے بالکل منافی ہین، اور وہ اب تک کسی قوم پر منطبق نہین ہوئے ہین، بااینہمہ وہ اپنے مذہب کی اشاعت کے لیے ہمیشہ تگ و دو مین مصروف ہین، اور لوگون کو اوس کے قبول کرنے پر آمادہ کر رہے ہین، یہان تک کہ بعض ممالک مین انکو غلبہ بھی حاصل ہوگیا ہے، کیا ہمارے مذہب کے اصول اونکے اصول سے کم درجہ کے ہین ؟ کیا تجربہ نے اونکو کامیاب اور ہمکو ناکامیاب کیا ہے[1] ؟

علامہ فرید وجدی کی اس پسندیدہ تقریر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر ہم موجودہ زمانہ کی اقتصادی کشمکش مین سکون و اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتے ہین تو اوسکی صورت یہ نہین ہے کہ تمام نصوص قرآنی کو بدلکر خود اس تمدن کے دائرے مین شامل ہوجائین، بلکہ ہم کو خود اس تمدن کے بدلنے کی کوشش کرنی چاہیے، اور اگر ہم ایسا نہین کرسکتے تو کم از کم اپنے گذشتہ تمدن کو دوبارہ زندہ کرکے، سادگی، کفایت شعاری اور مواسات و ہمدردی کیساتھ زندگی بسر کرنی چاہیے، آج ہم کو جن مقاصد کے لیے روپیہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور وہ ہم کو سودخواری پر مجبور کرتی ہے، اُس کو صرف اسلام کی یہی سادگی، کفایت شعاری، فیاضی اور مواسات و ہمدردی دور کرسکتی ہے، لیکن اس فیاضانہ ہمدردی کے ساتھ اسلام کی یہ بھی تعلیم ہے کہ قرض و داد و ستد کا معاملہ پوری ایمانداری اور مضبوطی کیساتھ ہونا چاہیے، چنانچہ تحریر دستاویز کے متعلق قرآن مجید مین ایک مفصل آیت جو سورہ بقرہ کی سب سے آخری اور قرآن مجید کی طویل ترین آیت ہے، نازل ہوئی ہے،

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِذَا تَدَايَنْتُمْ	مسلمانو! جب تم ایک مدت مقررہ تک کے لیے قرض
بِدَيْنٍ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ	کا لین دین کرو تو اوسکو لکھ لیا کرو اور تمھارے
وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ	درمیان مین کوئی لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھدے

[1] کنز العلوم واللغۃ از صفحہ ۹۲۳ تا صفحہ ۹۳۴،

وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ	اور لکھنے والے کو چاہیے کہ لکھنے سے انکار نہ کرے جس
فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ	طرح خدا نے اوسکو (لکھنا پڑھنا) سکھایا ہے، اور اسیطرح
وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا	اوسکو بھی چاہیے کہ لکھدے اور جس کے ذمہ قرض عاید
فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا	ہوگا وہی (دستاویز کا) مطلب بولتا جائے اور اللہ
اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ	سے کہ وہی اسکا پروردگار ہے، ڈرے اور بتاتے
فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوْا	وقت قرض دہندہ کے حق مین سے کچھ کم نہ کرے
شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ	پھر جس کے ذمہ قرض عاید ہوگا اگر وہ کم عقل ہو یا معذور یا
يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ	خود ادائے مطلب نہ کرسکتا ہو تو (جو) اوسکا مختار کار
تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاۤءِ اَنْ تَضِلَّ	(ہو وہ) انصاف کے ساتھ (دستاویز کا) مطلب بولتا
اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى	جائے اور اپنے مردون مین سے دو مردون کو گواہ کرلیا کرو
وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَاۤءُ اِذَا مَا دُعُوْا وَلَا	پھر اگر دو مرد نہ ہون تو ایک مرد اور دو عورتین جنکو تم
تَسْئَمُوْا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا	بحیثیت گواہ کے پسند کرتے ہو کہ ان مین سے کوئی
اِلٰى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ	ایک بھول جائیگی تو ایک دوسرے کو یاد دلادیگی اور
وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰى اَلَّا تَرْتَابُوْا	اور جب گواہ (ادائے شہادت کے لیے) بلائے جائین
اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا	تو (حاضر ہونے سے) انکار نہ کرین اور معاملہ میعادی
بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا	چھوٹا ہو یا بڑا اوسکی (دستاویز) کے لکھنے مین کاہلی
وَاَشْهِدُوْا اِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَاۤرَّ	نہ کرو خدا کے نزدیک یہ بہت ہی منصفانہ (کارروائی)
كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ وَاِنْ تَفْعَلُوْا	ہے اور گواہی کے لیے بھی یہی طریقہ بہت ٹھیک
فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ	ہے، اور زیادہ تر قرین (قیاس) ہے کہ تم کسی طرح

واللہ بکل شئ علیم، وان کنتم علی
سفر و لم تجدوا کاتبا فرھن
مقبوضۃ فان امن بعضکم بعضا
فلیود الذی اؤتمن امانتہ و
لیتق اللہ ربہ ولا تکتموا الشہادۃ
ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ واللہ
بما تعملون علیم؛
(بقرہ ۳۹)

کا شک وشبہہ نہ کرو، مگر سودا دم نقد ہو جسکو تم (ہاتھون
ہاتھ) لیا دیا کرتے ہو تو اوسکی (دستاویز) کے نہ لکھنے
مین تمپر کچھ گناہ نہین اور جب (اس قسم) کی خرید وفروخت
کرو تو گواہ کرلیا کرو، اور کاتب (دستاویز) کو (کسی قسم)
کا نقصان نہ پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو، اور اگر ایسا کروگے
تو یہ تمھاری بدکاری ہے اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمکو (معاملات
کی صفائی) سکھاتا ہے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے، اور اگر
تم سفر مین ہو اور تمکو کوئی لکھنے والا نہ ملے (اور قرض لینا
ہو) تو رہن با قبضہ (رکھ کرلو) پس اگر تم مین سے ایک
ایک کا اعتبار کرے (اور بے رہن رکھے قرض دیدے) تو
جس پر اعتبار کیا گیا (یعنی قرض لینے والا) اوسکو چاہیے
کہ قرض دینے والے کی امانت (یعنی قرض) کو ادا کردے
اور خدا سے جو اوسکا پروردگار ہے ڈرے اور گواہی کو نہ چھپاؤ
اور جو اوسکو چھپائیگا تو اوسکا دل گنہگار ہے، اور جو کچھ
تملوک کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے،

(۲) اور قرآن مجید کے ساتھ احادیث مین بھی دیانت داری کیساتھ قرض ادا کرنے والون
کو بہترین انسان قرار دیا گیا ہے، چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے،

احاسنکم احاسنکم قضاء — تم مین بہترین لوگ وہ ہین جو قرض ادا کرنے مین بہترین لوگ ہین

حضرت عائشہ رض اکثر قرض لیا کرتی تھین ان سے پوچھا گیا کہ آپ قرض کیون لیتی ہین؟

بولین کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو بندہ قرض کے ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے خدا اپنی
جانب سے اوس کا مددگار مقرر کردیتا ہے، تو مین اسی مددگار کی جستجو کرتی ہون"،

رسول اللہ صلعم جب قرض ادا فرماتے تھے تو بہترین مال دیتے تھے، ایک بار آپنے کسی سے
اونٹ لیا تھا صدقہ کا مال آیا تو اوسکو ایک بہترین اونٹ دیا اور فرمایا،

خیار الناس احسنہم قضاء — بہترین لوگ وہ ہین جو قرض کو اچھے طریقے سے ادا کرتے ہین،

صحابہ کرام کا عمل بھی اسی حدیث پر تھا، ایک بار حضرت عبد اللہ بن عمر رض نے کسی سے چند درہم
قرض لیے، قرض ادا کیا تو اوس سے بہتر درہم دئے، اوس نے کہا "آپ کے درہم تو میرے درہم
سے اچھے ہین"، بولے "مجھے معلوم ہے لیکن میرا دل اسی طرح خوش ہوتا ہے"

(۳) اور نہ قرض دینے والے سخت مذہبی مجرم قرار دئے گیے ہین، چنانچہ ایک شخص کا جنازہ آیا
جسپر تین دینار قرض باقی تھا، تو رسول اللہ صلعم نے نماز جنازہ پڑھنے سے انکار فرمایا،
لیکن اسی کے ساتھ آپ نے ادائے قرض کے متعلق مسلمانون کو اور چند اخلاقی باتین
سکھائی ہین،

(۱) ایک تو یہ کہ اگر ایک مسلمان قرض نہ ادا کرسکتا ہو تو دوسرے مسلمانون کو اس کے
ادا کرنے مین اونکی اعانت کرنی چاہیے، چنانچہ ایک بار رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ "فلان قبیلہ
کا کوئی شخص ہے؟ ایک صحابی نے کہا "یا رسول اللہ مین ہون" ارشاد ہوا کہ تمھارا بھائی قرض مین
ماخوذ ہے انھون نے اوسکا کل قرض ادا کردیا، ایک صحابی نے باغ خریدا کوئی آفت آئی اور
تمام پھل ضایع ہوگیا اب قیمت کیونکر ادا کرتے، رسول اللہ صلعم نے دیکھا کہ قرض سے گرانبار ہوگئے
ہین تمام صحابہ کو حکم دیا کہ سب لوگ اعانت کرین تمام صحابہ نے کچھ نہ کچھ اس مین حصہ لیا،

(۲) خود قرض دارون کو قرض ادا کرنے کے لیے مہلت دینا ایک بڑا کار ثواب قرار دیا

چنانچہ خود قرآن مجید مین اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی،

فنظرۃ الی المیسرۃ ۔ اگر قرضدار تنگدست ہو تو اوسکو اسقدر مہلت دینی چاہئے کہ وہ فراخ دست ہو جائے

اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "جو شخص اپنے قرضدار کو مہلت دیتا ہے یا قرض معاف کر دیتا ہے، وہ قیامت کے دن عرش کے سایہ مین ہوگا، چنانچہ ایک بار حضرت ابوالیسر پر حضرت سمرہ کا قرض آتا تھا وہ تقاضے کو آئے تو وہ چھپ گئے، حضرت سمرہ تیزی کے ساتھ واپس ہوئے تو حضرت ابوالیسر نے سمجھا کہ وہ نکل گئے جھانک کر دیکھا تو اُن سے آنکھین چار ہوگئین بولے کیا تم نے رسول اللہ صلعم سے نہین سنا ہے؟ کہ جو شخص تنگدست کو مہلت دیگا اللہ تعالی اوسکو اپنے سایہ مین لے گا حضرت سمرہؓ نے فرمایا، مین گواہی دیتا ہون کہ مین نے آپ سے یہ سنا ہے"؛

(۲) مجبوری کی حالت مین قرض کے معاف کرنے کی ترغیب دی، چنانچہ ابھی حدیث کے یہ الفاظ گذر چکے ہین، کہ جو شخص اپنے قرضدار کو مہلت دیتا ہے یا قرض معاف کر دیتا ہے وہ قیامت کے دن عرش کے سایہ مین ہوگا" بلکہ بعض حالتون مین حکماً قرض کے ایک حصہ کو معاف کرا دیا، چنانچہ ایک بار حضرت کعب بن مالکؓ نے مسجد نبوی مین ایک صحابی سے قرض کا تقاضا کیا، شور و غل ہوا تو کاشانۂ نبوت مین آواز پہنچی آپ نے پردہ اٹھا کر فرمایا "کعب آدھا قرض معاف کر دو" اور انھون نے معاف کر دیا،

اب اگر ہم مسلمانون کو غربت و افلاس سے محفوظ رکھنا چاہتے ہین تو اسکا علاج یہ نہین ہے کہ خود اُنکو سود خواری کی ترغیب دین یا بڑے بڑے کالجون کو سود کے ذریعہ سے چلا کر قوم مین تعلیم پھیلائین، مذہبی گناہ کے علاوہ دنیوی حیثیت سے بھی یہ طریقہ بہت زیادہ مفید اور کامیاب نہین ہوسکتا، آج جو قومین علانیہ سود لیتی ہین وہ بھی سود خواری کے تمام خطرات سے محفوظ نہین ہین، ممکن ہے کہ باہم فرق مدارج ہو لیکن مسلمانون کی طرح ہندؤن اور عیسائیون کی

جائدادین بھی سود مین نیلام ہوتی ہین، بلکہ اسکا بہترین اور کامیاب طریقہ وہی ہے جو اسلام نے قائم کیا ہے، یعنی

(۱) مسلمانون کو عموماً اور غربا، اور متوسط الحال طبقہ کو خصوصاً عملی طور پر قناعت، کفایت شعاری، اور سادگی، وغیرہ کا خوگر بنایا جائے تاکہ قرض لینے کی ضرورت ہی نہ پیش آئے،

(۲) شادی بیاہ کی رسومات کی مناسب اصلاح کیجائے اور ان مواقع پر تمام مسلمانون کو ایک معینہ ضابطہ کا پابند بنایا جائے،

(۳) امراء کے طبقہ مین مواسات، ہمدردی، ایثار اور فیاضی کے جذبات پیدا کیے جائین، جو صرف کالجون کے چندون ہی تک محدود نہ رہین بلکہ دوسرے مواقع پر بھی کام آئین،

(۴) کم از کم قرض کے متعلق مسلمانون کے تمام معاملات داد و ستد مسلمانون ہی تک محدود رہنے دئیے جائین اور قانوناً کوشش کیجائے کہ کوئی مسلمان بنکون اور غیر قومون سے سود نہ لینے پائے،

(۵) مسلمانون کے دولتمند طبقہ کو قرض اور بوقت ضرورت وصولی قرض مین مہلت دینے یا اُسکو کلاً وجزاً معاف کرنے کی ترغیب دلائی جائے،

(۶) جو قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق تحریری اور دستاویزی ہو، اور ہر مسلمان اوسکا ادا کرنا اپنا مذہبی اور اخلاقی فرض سمجھے،

(۷) لیکن اگر ایک مسلمان قرض ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو (جسکا موقع بے سودی قرض مین بہت کم آئیگا) تو دوسرے مسلمان ادائے قرض مین اوسکی مالی اعانت کرین، بہتر تو یہ ہے کہ مسلمانون کے قرض دینے کے لیے تمام قوم سے چندے وصول کرکے ایک عام بیت المال قائم کیا جائے، جو اہل ضرورت کو کافی تحقیقات کے بعد بذریعہ دستاویز

کے بلاسودی قرض دے،

(۸) اور اسی کے مقابل مین ایک دوسرا بیت المال زکوٰۃ کے مال سے قائم ہو جو کافی تحقیقات کے بعد صرف اُن مسلمانون کی طرف سے اونکا قرض ادا کرے جو قرض ادا کرنے کی استطاعت نہین رکھتے،

بہرحال اگر ہم مسلمانون کو غربت و افلاس کی مصیبت سے نجات دلانا چاہتے ہین تو اسکا بھی اخلاقی اور مذہبی طریقہ ہو سکتا ہے، باقی بنکون کے سود کا جواز، سود پر قانونی بندشین اور مقدارِ سود کی تعین، وغیرہ اصولِ شریعت کے بالکل خلاف ہین، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب کے یہ الفاظ ہم اوپر درج کرائے ہین کہ،

اس قسم کے معاملات صرف شارع کے اختیار مین ہین کہ وہ اس کے لیے ایک حد مقرر کرے اور جو چیز اس حد سے نیچے ہو اوسکی اجازت دیدے اور اس سے اوپر کیلیے سختی کیساتھ ممانعت کردے یا ان کو سرے سے ممنوع قرار دے،

عرب مین قمار بازی اور سود خواری کا عام رواج تھا اور ان کے ذریعہ سے جنگ و نزاع کا ایک غیر مختتم سلسلہ قائم ہوگیا تھا اور ان مین (یعنی جوے اور سود مین) تھوڑا سا حصہ لینا بھی ان مین بہت زیادہ حصہ لینے کا محرک تھا، اسلیے اس سے زیادہ صحیح اور سزاوار بات کوئی نہ تھی کہ قبح و فساد کا پوری طور پر لحاظ کرکے کلیۃً ان دونون کی ممانعت کردیجائے،

اور جدید علم الاقتصاد بھی اسکو غیر مفید خیال کرتا ہے، چنانچہ مسٹر الیس برنی علم المعشیت مین تحریر فرماتے ہین،

البتہ جو لوگ روپیہ قرض لیکر بمجبوری یا بخوشی غیر پیداآور کامون مین صرف کرتے ہین

جیسا کہ بحالتِ افلاس قرض لیکر بسر اوقات کرنا، یا آوارہ مزاج رؤسا کی طرح رنگ رلیان منانا، ایسے اصل مین قرض دہندہ کیطرف سے تو انتفاع کشی موجود ہوتی ہے لہذا وہ سود کا طالب ہوتا ہے لیکن قرض گیر کے ہاتھ مین اگر ایسا اصل محض دولت رہجاتا ہے، اس سے پیداواری مفقود ہوجاتی ہے، اور اسی وجہ سے وہ خود مع سود اس پر بارگران بنکر تباہی کا باعث ہوجاتا ہے اب اگر محض اس بنا پر کہ اصل مستعار سے پیداآوری کا کام نہین لیا گیا تھا قرض دہندہ کو سود سے محروم کیا جائے تو وہ قرض دینے سے انکار کریگا لیکن یہ خیال غلط ہے کہ ایسی قانونی بندش سے لین دین رک سکتا ہے، ایسے قرض گیر جو نہایت ناعاقبت اندیش ہوتے ہین، طرح طرح کی تدابیر نکال کر قرض لیے بغیر نہ رہینگے البتہ قانونی گرفت کے خوف سے قرض دہندہ شرح سود کو اور بھی بڑھا دینگے، اور اس اضافہ کو مطالبۂ خطر کہینگے جسکی تشریح ہم اقسامِ سود کے تحت مین آیندہ کرینگے،

غرض جب تک سر رہیگا یہ سودا نہین جاسکتا، اس لیے بہتر یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اس سر ہی کو اُڑا دیا جائے،

تذکرہ مخزن الغرائب پر ایک نظر

از

مولوی محمد محفوظ الحق ایم - اے ۔ لکچرر عربی و فارسی پریسیڈنسی کالج کلکتہ

معارف دبابت مارچ ۱۹۲۴ء میں نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی کا دلچسپ مضمون تذکرہ مخزن الغرائب پر نظر سے گذرا، اور ساتھ ہی اُس کی خریداری کا لطیفہ بھی معلوم ہوا، بقول مولانا ،،خریداری لطیفہ ہے، گفت و شنود کے بعد فی شاعر ایک پیسہ قیمت ٹھہری اس شرح سے کتاب تو ایک سو پینتیس (۱۳۵ روپیہ) کی ہو گئی مگر شاعر بیچارے پیسہ اخبار کے دفتر میں بھرتی ہو گئے، . . . . ،، لیکن شرح خریداری کے لطیفہ سے ایک غریب تر لطیفہ یہ ہے کہ مولانا کے ،،عزیز،، جنھوں نے وہ تذکرہ خرید فرمایا ہے کوئی بچاشی روپیہ کے گھاٹے میں رہے، تذکرہ ہذا میں کل ۳۱۴۸ شعرا کا حال درج ہے، اس لئے ایک پیسہ فی شاعر کے حساب سے اسکی قیمت اُنتالیس روپیہ تین آنہ (۴۹ لعہ) ہونی چاہئے، نہ کہ (۱۳۵ روپے) روپیہ، لیکن مولانا کے ،،عزیز،، نے جو قیمت دی ہے اس حساب سے اس تذکرہ میں (۱۳۵×۶۴) ۸۶۴۰ شعرا کا حال موجود ہونا چاہئے یعنی مخزن الغرائب کے موجودہ قلمی نسخوں سے اس تذکرہ میں ۵۴۹۲ شعراء کا مزید تذکرہ ملنا چاہئے، لیکن مولانا خود فرماتے ہیں کہ اس میں ،، تین ہزار سے زائد شعرا کا کلام اور حال درج ہے،، اس لئے سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک پیسہ فی شاعر کے حساب سے اس کی قیمت ضہ سے کسی طرح زیادہ نہیں ہو سکتی؛

شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ تذکرہ کا نام چونکہ ،،مخزن الغرائب،، ہے اس لئے اس کے ،،غرائب،، میں ایک اور ،،غریب،، کا اضافہ ہوا ہے!!

مولانا شروانی نے مولفِ تذکرہ کے حالات بیان کرنے میں نہایت اختصار سے کام لیا ہے،

لیکن ہمیں یقین ہے کہ مولف کی داستانِ زندگی اہل ذوق کو پر لطف معلوم ہو گی، اس لئے بعض ایسے حالات و واقعات جو عام طور پر معلوم نہیں ہدیۂ ناظرین ہیں:-

مولف کا نام احمد علی ہاشمی ہے، ،،تذکرہ،، میں وہ اپنے باپ اور دادا کا نام اس طرح لکھتا ہے ،،شیخ غلام محمد بن فضیلت مآب مولوی محمد حاجی طاب مضجعہ،، ولادت ۱۱۶۴ھ میں ہوئی، سندیلہ وطن تھا، لیکن گردشِ روزگار نے وہاں چین سے بیٹھنے نہ دیا، عرصہ تک خاک چھاننے کے بعد نواب غوث الدولہ مرزا احسن سہراب جنگ، خلف الصدق مرزا محمد محسن (برادر اکبر نواب صفدر جنگ) کے یہاں ملازمت اختیار کر لی، کچھ عرصہ بعد اپنے آقا کی اجازت سے شاہ عالم بادشاہ کے فوجی رسالہ میں جو ذوالفقار الدولہ مرزا نجف خان کی ماتحتی میں تھا داخل ہو گئے، مرزا نجف خان نے ۱۱۹۶ھ ہجری میں قضا کی، اس وقت مولفِ تذکرہ کا سن بتیس (۳۲) سال تھا، وہ لکھتا ہے کہ مرزا نجف خان کی وفات کے بعد اسے خراسان عراق اور فارس کے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ان کے فیضِ صحبت سے اُس نے بہت سے شعراء کے حالات اور ان کے کلام کے اجزا فراہم کئے، مولانا شروانی فرماتے ہیں ،، نواب ذوالفقار الدولہ نجف خان کے سرکاری ملازم تھے وہاں اہل کمال کا مجمع تھا ان کو بھی استفادہ کا موقع ملا، اسی فیضِ صحبت کا نتیجہ یہ تذکرہ ہے، لیکن میرا خیال ہے کہ مرزا نجف خان کی سرکار کا یہ فیض خاص نہیں، کیونکہ مرزا نجف خان نے ۱۱۹۶ھ ہجری میں قضا کی اور یہ تذکرہ ان کی وفات کے ۲۲ سال بعد ۱۲۱۸ ہجری میں لکھا گیا ہے، علاوہ بریں مولف خود کہتا ہے کہ نجف خان کی وفات کے بعد اس نے یہ حالات فراہم کئے اور اپنے اُستاد مرزا قتیل کی فرمائش پر اُن کو تذکرہ کی صورت میں ترتیب دیا، اس لئے واقعتاً مولف کا ذوق اور مرزا محمد حسین قتیل کی تحریر اس تذکرہ کی تالیف کا باعث ہے،

تذکرۂ ہذا جیسا کہ معارف کے نوٹ میں ظاہر کیا گیا ہے، فارسی گو شعرا کا سب سے ضخیم تذکرہ ہے، ضخامت میں اس سے دوسرے درجہ پر ،،المجمع الفصحا،، تذکرہ انیس العاشقین مولفہ منشی الملک فخرالدولہ دبیر الملوک

راجہ رتن سنگھ ہشیار جنگ المتخلص بہ زخمی ہے، یہ تذکرہ دو ضخیم جلدون مین ہے جس مین دو ہزار سے زائد شعرا کا حال درج ہے، صرف جلد دوم (جو حرف "ط" سے ہے) کوئی ۱۱۰۶ شعرا کے حالات پر مشتمل ہے، تذکرۂ ہذا کے بعد نشترِ عشق مولفہ نواب قلی خان عشقی عظیم آبادی کا نمبر ہے جسمین ۱۴۷۰ شعرا کے حالات درج ہین، ان دو تذکرون کے علاوہ اور چند تذکرے اسی حجم اور ضخامت کے ہین لیکن مخزن الغرائب کے مقابلہ مین اُن کی ضخامت بہت کم ہے،

مشہور مستشرق ڈاکٹر ایتھے[1] کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مخزن الغرائب مین کل ۳۱۴۸ شعرا کا حال درج ہے اور بقول ڈاکٹر اسپرنگر[2] یہ تذکرہ ۳۰۶۱ شعرا کے حالات پر مشتمل ہے، لیکن اس باب مین ڈاکٹر ایتھے کا قول زیادہ صحیح اور قابلِ قبول ہے،

مولفِ مخزن الغرائب نے اپنے تذکرہ کی ترتیب مین بعض نادر تذکرے فراہم کئے تھے، چنانچہ حسب ذیل ماخذون کا حوالہ موجود ہے،

(۱) تذکرۂ عوفی (۲) تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی (۳) مجالس العشاق مولفہ سلطان حسین بایقرا (۴) مجالس النفائس از میر علی شیر نوائی (۵) بہارستان جامی (۶) تذکرۂ صائب (۷) تحفۂ سامی از سام مرزا (۸) منتخب التواریخ از بدایونی (۹) طبقات اکبری از نظام الدین (۱۰) مجمع النفائس از سراج الدین علی خان آرزو (۱۱) تاریخ فیروز شاہی از ضیاء برنی (۱۲) کعبۂ عرفان یا عرفات العاشقین از تقی اوحدی (۱۳) نفائس المآثر از مرزا علاء الدولہ (۱۴) تذکرہ ملا طاہر نصرآبادی (۱۵) ہفت اقلیم از امین احمد رازی (۱۶) تذکرۃ النساء از فخری بن امیری (۱۷) مرآت الخیال از شیر خان لودی (۱۸) گلزار فطرت (۱۹) بیاض داراشکوہ

[1] فہرست کتب فارسی (قلمی) موجودہ بوڈلین لائبریری آکسفورڈ ح ۳۱۶ ع ۳۱۶، ڈاکٹر موصوف نے اُن ۳۱۴۸ شعرا کے حالات کی تلخیص جنکا ذکر مخزن الغرائب مین موجود ہے اپنی فہرست مین دی ہے، یہ ایک نہایت ہی کار آمد چیز ہے،

[2] فہرست کتبخانہ شاہان اودھ مرتبہ ڈاکٹر اسپرنگر (ص ۱۴۶)

(۲۰) بیاض محمد اکبر بن عالمگیر (۲۱) تذکرۃ المعاصرین از شیخ علی حزین (۲۲) ریاض الشعراء از علی قلی خان والہ داغستانی، وغیرہ

اس طویل فہرست مین جتنے تذکرے ہین وہ اس وقت تک یا تو چھپ گئے ہین یا اون کے قلمی نسخے مشہور کتب خانون مین دستیاب ہو سکتے ہین لیکن اس فہرست مین تین کتابین ایسی ہین جن کا ابتک پتہ نہ مل سکا، ایک تو تذکرۂ صائب[1] یا بیاضِ صائب ہے جس کا حوالہ مخزن الغرائب مین بار بار آتا ہے دوسرے بیاض داراشکوہ اور تیسرے بیاض محمد اکبر بن عالمگیر بادشاہ ہے، اگر ان بیاضون کا پتہ مل سکے تو بہت خوب ہو،

مخزن الغرائب کا جو نسخہ در نومبر سنہ ۱۲۳۰ ہجری، دار المصنفین مین ہے وہ میرے خیال مین معلومہ نسخون مین سب سے قدیم ہے، لکھنو کے شاہی کتب خانہ مین جو نسخہ تھا اور جس سے ڈاکٹر اسپرنگر نے اپنی فہرست کی ترتیب مین مدد لی تھی، اس مین سنِ کتابت درج نہین، خبر نہین اب وہ نسخہ کہان ہے؟ ایک نسخہ مولوی خدا بخش خان مرحوم کے کتب خانہ مین ہے لیکن وہ چندان قدیم نہین، برٹش میوزیم (لندن) کا نسخہ بھی پرانا نہین، البتہ بوڈلین لائبریری آکسفورڈ کا نسخہ دار المصنفین سے دوسرے درجہ پر ہے، اُس کی کتابت کی تاریخ ۱۱ صفر ۱۲۳۴ ہجری ہے، گویا دار المصنفین کے نسخہ کے چار سال بعد لکھا گیا ہے،

ناظرین کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ احمد علی سندیلوی نے شعرائے فارسی کے کلام کا ایک دلچسپ مجموعہ بھی تیار کیا تھا اور اُس کا نام انیس العاشقین رکھا تھا، ڈاکٹر اسپرنگر نے اس "مجموعہ" کا ایک ضخیم نسخہ جو ۸۰۰ صفحات پر مشتمل تھا، لکھنو مین دیکھا تھا، اُن کا بیان ہے کہ ۱۸۴۹ عیسوی مین یہ نسخہ لکھنو کے ایک کتب فروش کے یہان لبغرض فروخت موجود تھا، معلوم نہین یہ صحیفۂ علمی اب کہان ہے؟

[1] نظام الدین خان مولف "حدیقۂ عشق افروز" نے بھی تذکرۂ صائب کو اپنی تالیف کا ماخذ قرار دیا ہے، حدیقۂ عشق فارسی کا ایک مختصر لیکن دلچسپ تذکرہ ہے،

بہر حال یہ امر موجب مسرت ہے کہ ڈاکٹر اسپرنگر نے اسی زمانہ مین اس کتاب کا نوٹ لے لیا تھا جس سے اس مجموعہ کی نوعیت کا پتہ ملتا ہے، اس کتاب مین ۱۶ ابواب تھے، اور شعراے فارسی کے کوئی بتیس ہزار اشعار درج تھے تفصیل ابواب حسب ذیل ہے،

(۱) اشعار متعلق بہ حمد و منقبت وغیرہ

(۲) اشعار متعلق بہ عشق منقسم بر ۳۸ فصل (۳) انتخاب از تذکرۂ کلمات الشعرا مولفہ افضل الدین سرخوش (۴) انتخاب از تذکرہ شیخ علی حزین (۵) انتخاب از بہارستان جامی باب ہشتم (۶) انتخاب غزلیات کاشی، نظیری، محتشم وغیرہ، (۷) انتخاب کلام شیوخ، علما و فضلا و شاہزادگان وغیرہ منقسم بر ہشت فصل (۸) انتخاب کلام شعراے قدیم مثلاً رودکی وغیرہ (۹) انتخاب کلام شعراے جدید مثلاً آگہی شیرازی، بابا فغانی آصفی وغیرہ (۱۰) کلام شعراے دیگر بترتیب حروف تہجی (۱۱) انتخاب کلام شعراے قدیم و جدید مثلاً از مثنوی مولانا روم، قطعات ملا اشرف مازندرانی رباعیات، بابا فغانی و شرح غزلیات حضرت امیر خسرو دہلوی (۱۲) انتخاب مثنویات (۱۳) انتخاب قصائد (۱۴) انتخاب ترجیع بند (۱۵) انتخاب ساقی نامہ محمد صوفی، (۱۶) انتخاب غزلیات حافظ، و شوکت بخاری وغیرہ،

اسیر گڈھ کے کتبات

از

جناب مولوی عبد الستار صاحب فاروقی

ذیل کے مضمون کا بیشتر حصہ جناب ہیرا لال بی اے ممبر آف دی رایل ایشیاٹک سوسائٹی آف گریٹ برٹن کی کتاب Descriptive of Inscriptions in The C.P. Berar سے اخذ کرکے لکھا گیا ہے میری دلی تمنا تھی کہ ناظرین معارف کی خدمت مین کتبات کی اصل عبارت پیش کرون مگر افسوس کوئی کتاب ایسی دستیاب نہ ہو سکی جسمین اصل عبارت لکھی ہوتی اور نہ مین خود اسیر گڈھ جا سکا،

(فاروقی)

ضلع نماڑ مین اسیر گڈھ ایک پہاڑی قلعہ ہے جو برہان پور سے ۱۴ میل اور چاندنی اسٹیشن سے ۱۰ میل پر واقع ہے یہ قلعہ مسلمان بادشاہون اور خصوصاً شاہان دہلی کا جنگ کے زمانہ مین صدر مقام رہا ہے، قلعہ کی دیوارون اور دروازون پر کئی کتبات منقوش ہین ان سے دکن مین شاہان اسلام کی نقل و حرکت، آمد و رفت اور امراء وقت کا نام و پتہ ملتا ہے، ان کی مفصل فہرست حسب ذیل ہے،

(۱) اکبری کتبہ۔ یہ کتبہ قلعہ کے مشرقی دروازہ پر کندہ ہے جو فتح اسیر گڈھ کی یاد مین کندہ کرایا گیا ہے، اسے محمد معصوم نے ۴۵ الٰہی مطابق ۱۰۰۹ھ مین لکھا ہے،

(۲) شہزادہ دانیال کا کتبہ۔ شہزادے کا کتبہ اپنے باپ اکبر کے کتبہ کے پاس ہے اس

سے شہزادہ کی عہدۂ گورنری پر تقرری کا پتہ ملتا ہے جب کہ اکبر اپنی دکن اور خاندیس کی فتوحات کے بعد لاہور کا عزم سفر کیا شہزادہ اس عہدۂ جلیلہ پر ۱۲ اردی بہشت ۴۶ سنہ الٰہی مطابق ۲۶ شوال المکرم سنہ ۱۰۱۰ ہجری میں مقرر ہوا،

(۳) شاہجہانی عہد کا کتبہ۔ یہ ایک پتھر کے لمبے ٹکڑے پر کندہ ہے، جو "چھوٹا دروازہ" کے قریب نصب ہے، اسکی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنہ ۱۰۳۷ ہجری میں قلعہ سے متعلق چند عمارات کا قلعہ دار کی نگرانی میں بعہد شاہجہان، اضافہ ہوا ہے،

(۴) یہاں شاہجہانی عہد کا ایک اور کتبہ تھا جو بڑے تالاب کے نزدیک رکھا گیا تھا یہ کنٹونمنٹ آفس سے گم ہوگیا ہے جنرل کننگھام کا بیان ہے کہ یہ سنہ ۱۰۶۱ ہجری میں لکھا گیا تھا، کہا جاتا ہے کہ وہ کتبہ والا پتھر قلعہ کے اوپری حصہ سے جہان شاہجہان کے عہد میں مسجد بنی تھی لایا گیا تھا، واللہ اعلم

(۵) قلعہ کے باہری دروازے کے نزدیک ایک کتبہ مان دھاتا[1] کے راجاؤن کی یادگارون میں سے ہے اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دروازہ کو سنہ ۱۰۶۴ ہجری میں مان دھاتا کے راجہ کے لڑکے منوہر داس نے بنوایا تھا، آپ کو صرف کنور منوہر داس کا نام سنکر اس کتبہ سے کوئی خاص دلچسپی نہ ہوئی ہوگی، اس لئے مختصراً اس کا حال حوالۂ قلم کرتا ہون، شاہجہان نے سنہ ۱۰۳۷ ہجری میں اپنی روانگی کے وقت راجہ گوپال داس کو جو منصب پنجہزاری پر فائز تھا قلعہ کا محافظ مقرر کیا بعد ازان راجہ کے بڑے لڑکے کنور بلرام نے سنہ ۱۰۳۷ ہجری میں اپنے باپ کی جگہ لی، سنہ ۱۰۶۴ ہجری میں کنور منوہر داس یہان کا قلعہ دار ہوا، اور یہی وہ کنور ہین جنکا کلام باہری دروازے پر کندہ ہے، مؤلف امرائے ہنود کا بیان ہے،[2]

[1] مان دھاتا نربدا ندی میں ایک جزیرہ ہے جو کھنڈوہ سے ۳۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، [2] اس بیان سے اور اوپر کی چند سطرون میں اختلاف ہے، ناظرین نوٹ کرین،

"راجہ گوپال داس گوڑ شاہجہان کے ایام شاہزادگی کا وفادار اور جان نثار غلام، اوراُنکی طرف سے آسیر (اسیر گڈھ) کا قلعہ دار تھا جس زمانہ میں شاہ مزاج بیگم نورجہان نے کہ جو شہنشاہ جہانگیر کے دل وجان پر حکمران تھین بادشاہ کو اپنے پیارے بیٹے سے برافروختہ کر رکھا تھا اور شاہجہان باپ کی فوج کے تعاقب سے اِدہر اُدہر مارا پھرتا تھا راجہ گوپال داس مع اپنے بڑے بیٹے بلرام کے اس کی رفاقت مین سایہ کی طرح ساتھ ساتھ تھا اور ٹھٹھہ کے محاصرہ مین اپنی شجاعت وبہادری کے جوہر دکھاکر معہ اپنے بیٹے بلرام کے اپنی عزیز جان کو حق نمک پر فدا کر گیا،"

مؤلف امرائے ہنود نے منوہر داس کے احوال مین تحریر کیا ہے کہ "وہ شہنشاہ عالمگیر کے عہد مین شولاپور کا قلعہ دار تھا، ۲۰ ج ۱۰۸۷ھ مین پچاس ہزار روپیہ پیش کرکے خطاب راجگی سے موصوف ہوا، تمام عمر اسی عہدہ پر سرفراز رہا، ۲۶ ج ۱۰۹۳ھ مین انتقال کیا، مولف امرائے ہنود کا یہ بیان صرف عہد عالمگیر کا ہے مگر کتبہ سے اسیر گڈھ کا قلعہ دار ہونا بھی ثابت ہوتا ہے،

(۶) عالمگیری کتبہ۔ یہ کتبہ کنور گڈھ دروازے کے نزدیک ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ..... احمد نامی کوئی شخص عالمگیر کے حکم سے سنہ ۱۰۶۹ ہجری مین اسیر گڈھ کا قلعدار مقرر ہوا اور غالباً اسی سال عالمگیر نے مہمات دکن کو چھوڑکر دار السلطنت کی طرف مراجعت کی اس وقت شاہجہان سخت علیل تھا،

(۷) جامع اسیر گڈھ کے کتبات، اسیر گڈھ کی جامع مسجد مین عادل شاہ[1] دوم کے دو کتبے ہین

[1] عادل شاہ کا شجرۂ نسب یہ ہے،

ملک راجہ

(۱)

سنہ ۱۳۷۰ سے سنہ ۱۳۹۹ تک

ایک عربی دوسرا سنسکرت زبان مین عربی کتبہ سے ۴ شعبان ۹۹۷ھ ہجری اور سنسکرت کتبہ سے ماہ سارن سمت ۱۶۴۶ کا سال تعمیر معلوم ہوتا ہے، ڈاکٹر بلاک نے اسکی وجہ بیان کرکے ایک نئے اگر اہم بحث کا آغاز کردیا ہے، اگر ہم اس بحث پر کچھ لکھنا نہین چاہتے، صرف ڈاکٹر موصوف کے نظریہ کو ہدیۂ ناظرین کرتے ہین وہ خود فیصلہ کرلین، ڈاکٹر موصوف فرماتے ہین،

"عادل شاہ کی یہ دلی تمنا تھی کہ ہندو مسلمان ہر دو قومین اپنے اپنے طریقہ پر مسجد مین جو خدا کا گھر ہے عبادت کرین اور ان مین سے کوئی ایک اس کو اپنے لئے مخصوص نہ سمجھے اور اس سے اس کا سب سے بڑا مقصد ان قومون کی امتیازی خصوصیات کو زائل کرنا تھا، اور یہ اثر اکبر کے نئے مذہب دینِ الٰہی کا تھا ڈاکٹر موصوف و مرحوم سنسکرت کتبہ کے اندازِ آغاز سے اس کا ثبوت

ﮦ بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل

افتخار

غازی خان یا ناصر خان (۳) (۱۳۹۹ء سے ۱۴۳۷ء تک)

قیصر خان

میران عادل خان یا میران شاہ (۲) (۱۴۳۷ء سے ۱۴۴۱ء تک)

حسن خان

میران مبارک خان یا مبارک شاہ جو کھنڈی (۴) (۱۴۴۱ء سے ۱۴۵۷ء تک)

عادل خان یا عادل شاہ (۱۰) ۱۵۱۰ء سے ۱۵۲۰ء تک

داؤد خان (۶) (۱۵۰۳ء سے ۱۵۱۰ء)

میران غنی یا عادل خان یا عادل شاہ یا احسن خان (۵) (۱۴۵۷ء سے ۱۵۰۳ء تک)

میران مبارک شاہ (۱۱) ۱۵۳۵ء سے ۱۵۶۶ء تک

میران محمد خان بادشاہ (۹) ۱۵۲۰ء سے ۱۵۳۵ء تک

۱۵۰۳ء سے ۱۵۱۰ء تک

غازی خان

۱۵۱۰ء مین دو دن

راجہ علی خان یا عادل شاہ (۱۲)

میران محمد خان

۱۵۶۶ء سے ۱۵۷۶ء تک

۱۵۷۶ء سے ۱۵۹۶ء تک

میران حسین خان

بہادر خان یا مظفر خان (۱۳)

۱۵۹۶ء سے ۱۶۰۰ء تک

کرتے ہین، کتبہ کے آغاز مین ہندوانہ دعائیہ کلمات منقوش ہین، اس مین کوئی شک نہین کہ فاروقی خاندان نے اکثر ہندوانہ مراسم و خیالات کو قبول کرلیا تھا، یہ لوگ ہندو جوتشیون کی بڑی قدر کرتے تھے، مسجد کا سنگِ بنیاد ایسے زمانہ مین رکھا گیا جبکہ دکن مین ہندو ملمانی[1] ہوا چل رہی تھی اور آج تک اس قرب وجوار مین ایسے پیرزادے موجود ہین جن سے ہر دو قومون کو عقیدت و ارادت ہے اور وہ اوتارون کو مانتے ہین، ان کے کئی فرقے ہین اور تمام اپنے کو اسلام کا پیرو بتاتے ہین مگر ان کی طرز معاشرت خالص ہندوانہ ہے،

---

(۸) اس مسجد مین ایک دوسرا کتبہ ہے اسے محمد معصوم بن سید شیر قلندر بن بابا حسن ابدال نے لکھا ہے کہ یہ کتبہ اکبر کی فتح اسیر گڑھ کی یاد مین ماہ بہمن ۱۰۰۹ھ سالِ الٰہی ۴۴ کو کندہ کرایا گیا ہے،

(۹) عالمگیری توپ کا کتبہ۔ عالمگیر اورنگ زیب کے حکم سے ایک توپ تانبے کی برہان پور مین بنائی گئی جو قلعۂ اسیر گڑھ مین رکھی گئی تھی ۱۹۰۴ء مین سرکارِ انگلشیہ کے حکم سے ناگپور لائی گئی، اس پر ایک فارسی کتبہ ہے جسکا ترجمہ حسب ذیل ہے،

"جب مین حزن کی چنگاریان اگلنا شروع کرتی ہون تو جان جسم کو چھوڑ دیتی ہے جیسا کہ منطقۂ حارہ کی شعلہ باری سے دنیا پر رنج و غم طاری ہوجاتا ہے"،

(اورنگ زیب کی مہر) "ابو المظفر محی الدین محمد اورنگزیب شاہ غازی"،

"۱۰۹۷ھ ہجری مین برہان پور مین بنی"

(توپ کا نام) "ہیبت الملک توپ" "محمد حسین عرب کی نگرانی مین"

"۳۵ سیری گولا اور ۱۲ سیر بارود شاہجہانی وزن"،

اے قوم یاد کرلے گذرا ہوا فسانہ

اقبال ہندیون کی اسلام کا زمانہ

---

[1] ہندو ملمانی - ہندو مسلم قوم کا متحدہ نام،

تلخیص و تبصرہ

فرعون اور بنی اسرائیل کی غلامی

جب سے قدیم مصریون کے خطِ طغرا پڑھنے کا طریقہ معلوم ہوا اور قدیم رسم الخطوط کے پڑھنے کے علم نے ترقی کی، تمام مصری پرانے قصے آج منظر عام پر آگیے ہین لیکن پھر بھی یہ حیرت باقی رہی کہ بنی اسرائیل پر فرعون کے مظالم کا کہین کوئی تذکرہ نہین آتا، ایسے اہم واقعات مثلاً فرعون کا بنی اسرائیل کو غلامی مین رکھنا، حضرت موسیٰ کا فرعون کی تباہی کے لیے بد دعا کرنا، اور آخر کار فرعون اور اس کے لشکر کا بحر احمر مین غرق ہوجانا، (کتاب پیدائش مین بھی مذکور ہین) انکا کہین نہ کہین ذکر ہونا بالکل قرین قیاس معلوم ہوتا ہے،

لیکن جتنے کتابے اور تحریرین اب تک پائی گئی ہین، ان مین ان واقعات کا کہین پتہ نہین کہ بنی اسرائیل فرعون کے غلام رہے اور ان کو غلامی مین رکھنے کی وجہ سے فرعون پر عذاب الٰہی نازل ہوا، اس لیے اسکی کبھی تعیین نہ ہوسکی کہ کس فرعون نے بنی اسرائیل پر مظالم کیے، بعضون کو یہ گمان ہونے لگا کہ آیا کبھی بنی اسرائیل مصر مین تھے بھی یا نہین، لیکن اب ایسے ثبوت ہاتھ آئے ہین جن سے فرعون، بنی اسرائیل اور انسے متعلق تمام واقعات کی تصدیق ہوجاتی ہے، فرعون کا اصلی نام رعمسس ثانی (Rameses II) تھا جسے بعض وقت رعمسس اعظم بھی کہتے تھے اور جو سنہ ۱۲۵۰ قبل مسیح مین تھا،

یہ عجیب بات ہی کہ یہ تحریرین فلسطین کے ایک چھوٹے سے موضع بیسن (Beisan) مین ملی ہین، یہ موضع ایک بڑے شہر اور قلعہ کی جو انجیل مین "بیت شہین" (Beth shean) کے نام سے موسوم ہے یادگار ہے، جو بحر گلیلی سے قریباً ۱۲ میل جنوب اور دریائے یرون سے ۴ میل مغرب مین واقع ہے،

کوئی تین ماہ کا عرصہ گذرا کہ پنسلوینیا یونیورسٹی کے سائنس دانون نے ایک بڑی پتھر کی تختی کھود کر نکالی، یہ تختی خط طغرا سے پر اور اس پر فرعون رعمسس ثانی کا شاہی دستخط تھا۔ عبارت پڑھنے سے یہ اندازہ ہوا کہ یہ فرعون کے حکم سے لکھی گئی ہوگی، اس عبارت مین انھین ایک ایسا جملہ ملا جس سے وہ ایک دوسرے کی طرف حیرت سے دیکھنے لگے اور جو بنی اسرائیل کی غلامی کی قطعی طور پر تصدیق کرتا ہے، وہ جملہ یہ ہے "اس نے (فرعون) کچھ سامیون (Semites) کو جمع کیا اور ان سے اپنے اعزاز مین نیل کے مشرقی ڈیلٹا پر رعمسس میری امین کا شہر تعمیر کرایا"، خروج کے باب اول مین دوسری آیت کے الفاظ یہ ہین کہ "اور انھون نے فرعون کے لیے خزانون کے واسطے شہر پتھام اور رعمسس تعمیر کیے" ان دونون جملون کے مقابلہ کرنے سے فرعون اور بنی اسرائیل کے وجود کے متعلق پھر کوئی شبہہ باقی نہین رہتا، بعض تحریرین ابھی تک پڑھ نہین گئی ہین مزید تفصیلات کے لیے ہمین کچھ اور انتظار کرنا چاہئے،

تختی پر تاریخ بہت صاف درج ہے، لکھا ہے کہ یہ رعمسس ثانی کے نوین سال حکومت مین، بہار کے چوتھے مہینہ کے پہلے دن نصب کیگئی تھی، سرے پر قرص آفتاب اور سانپ کی تصویر بنی ہے، نیچے بائین جانب امین را دیوتا اور دائین جانب رعمسس ثانی کی تصویرین ہین،

لیکن سوال یہ ہے کہ یہ تختی فلسطین مین کیون نصب کیگئی؟ اور رعمسس ثانی نے اُس پر کیون لکھوایا کہ اس شہر کو بنی اسرائیل نے تعمیر کیا؟ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اُسکے باپ ستی اول نے

نے ۱۲۸۳ ق م مین بیت شہین کو فتح کیا تھا اور اسکی یادگار مین ایسا ہی ایک قلعہ بنوایا اور کتبے چھوڑے، معلوم ہوتا ہے کہ ریمزس ثانی کو بھی ایسی ہی کوئی بغاوت فرو کرنی پڑی ہوگی جسکی یادگار مین اُسنے یہ تختی نصب کرائی لیکن یہ کیون لکھوایا کہ بنی اسرائیل نے شہر کی تعمیر کا کام کیا، یہ امر اب تک ایک معمہ ہے،

بیت شہین خود اس ارض مقدس کے قدیم ترین مقامات مین سے ایک دلچسپ شہر ہے،

پنسلوینیا یونیورسٹی کے سائنس دانون نے تین سال کے عرصہ مین آٹھ شہرون کا پتہ لگایا ہے جو یکے بعد دیگرے بنتے اور مٹتے گیے، عربی، بازنطینی، رومی، مصری شہر بہ ترتیب یکے بعد دیگرے نکلے ہین، موخر الذکر شہر مین فرعون جناپشہ کی وہ تختی پائی گئی ہے، اسکے نیچے کم از کم دو شہر مین ہین سب سے آخری قریبًا ... ۴۰۰ صدی قبل مسیح کا پتہ دیتا ہے،

(پاپولر سائنس سفنگز ۱۸/۲۲)

جنگ بذریعہ خونریزی

سر الیور لاج نے نیشنل کونسل کے ایک جلسہ مین "انسان کی ترقی" پر ایک مضمون پڑھا جس مین انھون نے یہ دکھایا کہ مذہب و سائنس کا معرکہ اب تقریبًا ختم ہوگیا ہے، انھون نے بیان کیا کہ مخالفین اعتقاد گو ہین لیکن بہت کم، اور میرا خیال ہے کہ وہ روز بروز ضعیف ہوتے جاتے ہین،

اصل مضمون سے بحث کرتے ہوئے سر الیور نے فرمایا کہ بلحاظ اوسط انسان نے اب تک کچھ زیادہ ترقی نہین کی ہے

"آجکل مشینون، آبدوز کشتیون اور ہوائی جہازون سے جنہین اکثر زہریلی گیس یا امراض کے جراثیم بھرے ہوتے ہین، جنگ کرنا ترقی کی راہ مین ایک قدم آگے بڑھانا خیال کیا جاتا ہے، اگر صحت دماغ نہ حاصل ہوئی تو ہم اس طریقۂ جنگ کے عام طور پر عادی ہو جائینگے:

"خونریزی اور جنگ دو جداگانہ چیزین ہین اور یہ خونریزی ہے جسکی طرف اب پھر انسانیت بڑھ رہی ہے، باہمی ہلاکت اگر انسان چاہے تو اسکا انجام ہو سکتا ہے، اس کا فیصلہ کرنا خود ہی کے

ہاتھ مین ہے آئندہ حالات کچھ ایسے خوفناک ہوگئے ہین کہ ایک دن اس طریقہ کے خلاف بغاوت ہونی لازمی ہے

"ایک ایک دن انسانیت محسوس کریگی کہ قومون کی باہمی امداد و اعانت اور اتحاد عمل سے کیسی زبردست قومین پیدا ہو سکتی ہین اور جو ان کے قوا کو قومی غرض و طمع اور چھوٹے چھوٹے مقاصد پر ضائع کیجاتی ہین،

"اس وقت بھی ایک دوسرے کی لغزشون کی اصلاح کرکے اور اختراعات سائنس مین اپنا اپنا حصہ ادا کرکے بہت کچھ آسانی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے"

مصری ریاضیات

عام روایات کے مطابق اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یونانیون نے ابتدائی ریاضی مصر سے حاصل کی، بیان کیا جاتا ہے کہ تھیلس (تالیس) نے مصر کا سفر کیا اور وہان سے جیومٹری لایا، اس کے علاوہ اور بہت سے یونانی فلاسفہ اور ریاضی دان مصر بغرض تعلیم گیے اور یہ خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے اس قدر طویل سفر کسی ایسے فن کے حاصل کرنے کے لیے نہ کیا ہو جو بہت بیش قیمت ہو، انھی مین سے دیمقراطیس مشہور ریاضی دان بھی تھا اور روایات یہ بتاتی ہین کہ اس نے کبھی یہ دعویٰ کیا تھا "خطوط کے مع ثبوت باہم ملانے مین (جیومٹری کی شکل سے مراد ہے) مجھ سے آج تک کوئی نہ بڑھ سکا، یہان تک کہ مصری مہندسین بھی سبقت نہ لیجا سکے"، اس قول سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مصر مین ریاضی کا عملی استعمال یعنی پیمائش و مساحت وغیرہ ترقی پر تھا، بہر صورت یہ سوال کہ یونانیون نے مصر سے کس قدر ریاضی حاصل کی، مورخین ریاضیات کیلئے ایک دلچسپ مسئلہ ہے

بدقسمتی سے مصر کی قدیم ریاضی کے متعلق معلومات بہت قلیل ہین، Rhind papyrus (مصر کی قدیم ریاضی پر ایک کتاب ہے) کے علاوہ چھ کتابین اور ایسی ہین جو کسی قدر اہمیت رکھتی ہین، مزید معلومات کے لیے ہمین ماسکو کی کتابون کے شایع ہونے کا انتظار کرنا چاہئے، کہا جاتا

ہے کہ اس مین اہرام کی پیمایش کے اصول اور دوسرے ریاضی مسائل درج ہین زیادہ تر مسائل عملی ریاضیات سے متعلق ہین، اور مشکل سے اس مین کوئی نظریہ ملیگا، اس بنا پر یونانیون کا یہ دعویٰ کہ انھون نے ریاضیات کو بحیثیت ایک نظری علم کے پیدا کیا اپنی جگہ پر درست ہے -

(ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ، ۲۰ مارچ ۱۹۲۴ء)

طریقۂ تعلیم مین انقلاب

سلسلۂ تعلیم مین سب سے مشکل چیز بچون کی تعلیم ہے، کہ وہ تعلیم کی اہمیت اور ضرورت سے بے خبر ہین، اور کھیلنے کے سوا کسی اور چیز سے وہ دلچسپی کا اظہار نہین کرتے، اس بنا پر انکو جبراً دوات و قلم اور کتاب سپرد کیجاتی ہے، اور زبردستی اونکو ادھر سے ادھر پھیر اجاتا ہے، جدید ماہرین تعلیم نے اب ایسے طریقے ایجاد کئے ہین، جنسے تعلیم اور کھیل کود باہم مرادف ہوگیے ہین، پہلے لڑکے کو حساب خالی سلیٹ اور پنسل سے سکھایا جاتا تھا، اور فرضی اعداد اونکو مشق کرائے جاتے تھے، اب یہ صورت اختیار کیجارہی ہے کہ سینکڑون چھوٹے چھوٹے کھلونے اور گیند لڑکون مین تقسیم کردے جاتے ہین، اور ہر لڑکا انکو جمع کرتا ہے یا تقسیم کرتا ہے یا تفریق کرتا ہے اور ایک دوسرے سے مسابقت کرتا ہے، اس مین کھیل اور حساب کی تعلیم دونون شامل ہے،

جغرافیہ کی تعلیم کی یہ صورت ہے کہ پہلے کتابون کے خطوط اور نقوش سے فرضی اور خیالی صورت مین ملکون، شہرون، پہاڑون اور دریاؤن کے نام اور انکی شکلین رٹا رٹا کر یاد کرائی جاتی تھین، اب سنیما کے ذریعہ سے ہر ملک، شہر، پہاڑ اور دریا کو اونکے سامنے کردیا جاتا ہے، بچے جن کرسیون پر بیٹھے ہوتے ہین، وہ ادھر سے ادھر پھرتی رہتی ہین، اس سے انکو تخیل ہوتا ہے کہ وہ ریل پر جا رہے ہین، اور یہ مناظر ان کے سامنے گذر رہے ہین،

دوسری زبانون کی تحصیل کا طریقہ اب یہ اختیار کیا گیا ہے کہ فونوگراف مین ان زبانون کے ماہرین اور اہل زبان کے ملفوظون لہجون اور تلفظون کو بھر دیا جاتا ہے، طلبہ انکو سنتے ہین، اور انکی نقلین اتارتے ہین،

آخری اور عجیب تجویز یہ ہے کہ طلبہ پر مسمرزم اور ہپنوٹزم کے ذریعہ سے اثر ڈالا جائے اور انکو مسحور یا خواب آلود کرکے تعلیم دیجائے،

(الہلال، مصر، مئی ۱۹۲۴ء)

اخبار علمیہ

دنیا کی تمام اقوام مین کاہل و جاہل ترین وہ قوم ہے جو بحر اسود و بحر اخضر کے ساحلی پہاڑی علاقون مین رہتی اور سواتنی کے نام سے یاد کی جاتی ہے، انھون نے گذشتہ ۲۵۰۰ سالون مین ایک انچ بھی تمدن کی طرف قدم نہین بڑھایا ہے، وہ ہفتہ مین چار دن تعطیل مناتے ہین،

چین مین اثریات کا ایک بڑا خزانہ دستیاب ہوا ہے، یہ دفائن ہنگ جنگ شین مین نکلے ہین، ایک شخص ایک کنوان کھود رہا تھا کہ اتفاقاً ایک قبر نکل آئی، اوس نے فوراً حکومت کو خبر دی، مزید تحقیقات سے پتہ چلا کہ وہ قدیم شاہی خاندان کا ہے جو ۱۲۲۳ ق م سے ۱۵۶۰ ق م تک حکومت کرتا رہا ہے مقبرہ ہے، اس مین بہت سے بت نکلے ہین جن پر سونے کا کام ہے، اس مین جواہرات و موتی بھی نکلے ہین، جو اثری حیثیت سے اہم ہونے کے ساتھ ہی ...۵۰ پونڈ اپنی قیمت بھی رکھتے ہین، چینی حکومت نے اس تحقیقات کو اپنے ہاتھ مین لے لیا ہے،

مسٹر مارٹن بنڈی نے ایک مختصر نویس مشین ایجاد کی ہے جو ٹائپ اور مختصر نویسی دونون سے انسان کو بے نیاز کر دیگی، مقرر کے کھڑے ہونے کے وقت، اس مشین کو کھول کر مقرر سے فاصلہ پر ایک تپائی پر رکھدیا جاتا ہے، اور وہ نہایت سرعت سے ۹۰ سے ۱۰۰ الفاظ فی منٹ تک لکھتی جاتی ہے، کاربن کاغذ لگاکر اس کی متعدد نقلین بھی بیک وقت لی جاسکتی ہین، اس کا وزن ۲۰ پونڈ ہے اور اس مین ۱/۲ گھوڑے کی طاقت ہے،

کہا جاتا ہے کہ مریخ ۲۲ اگست کی نصف شب کو زمین سے اِس قدر قریب آجائیگا جتنا گذشتہ ۱۲۰ سال کے عرصہ مین کبھی نہین آیا تھا، اُس وقت زمین اور اُس کے درمیان ۳۴۵۰۰۰۰۰ میل کا فاصلہ رہجائیگا، دونون کے درمیان کا فاصلہ عموماً بدلتا رہتا ہے اور بعض ۶۳۰۰۰۰۰۰ میل ہوجاتا ہے،

---

۱۳ مارچ کو غروبِ آفتاب انگلستان مین ایک عجیب وغریب "آفتابی ستون" دیکھا گیا، یہ ستون سب سے پہلے ایک مقام حسیوک کے قریب ۵ بجکر ۴۵ منٹ پر نظر آیا، اُس وقت اُس کی شکل سفید عمودی خط کی طرح تھی جو عرض مین آفتاب کی قرص کے برابر اس سے ۵ درجہ بلندی پر تھا، ۵ بجکر ۴۶ منٹ پر یہ ستون غائب ہوگیا، اور اس عرصہ مین قرص آفتاب کچھ عجیب بدنما سا ہوگیا تھا، جون جون یہ ستون شمالی کی جانب کھسکتا گیا، تون تون اس کا رنگ ہلکا گلابی ہوتا گیا، یہ ستون انگلستان کے دیگر مقامات پر بھی نظر آیا، ایک جگہ پر ۶ بجکر ۱۵ منٹ تک باقی رہا،

بیان کیا جاتا ہے کہ رچرڈ اور جان دیر دو جڑوان بھائی جو ۱۸۵۱ء مین بمقام ڈیلون پیدا ہوئے تھے یگانگت ویکسانیت مین اب تک اپنا نظیر نہین رکھتے جب وہ ۱۲ برس کے تھے، تو اُنھون نے ویلز مین ڈھانچہ بنانے کا کام شروع کیا اور اُس وقت سے اب تک برابر اس پیشہ کو ساتھ ساتھ کرتے آئے ہین، دونون کی شادی ایک ہی دن ہوئی اور وہ پاس پاس رہتے ہین، ہر ایک کے دس بچے ہین، ۲۰ سال تک دونون معلم اور منشی رہ چکے ہین،

ریاست ہای متحدہ امریکہ کے پاس دنیا کی سب سے طاقتور مشین گن ہے، اسکی پھلینک تقریباً ۵ میل ہے،

(مجلس تخفیف اسلحہ یہین منعقد ہوئی تھی اور امریکہ ہی کی تحریک پر بیسوین صدی کا "پیغمبر امن" (ڈاکٹر ولسن) بھی اسی خاک سے اُٹھا تھا، معارف)

۵۰۰۰۰ ہی کی توت کی ایک برق لائٹ جو دنیا کی سب سے بڑی برق لائٹ بتائی جاتی ہے حال مین سین فرنسسکو امریکہ مین قائم کیگئی ہے،

یوکوہاما کی مجلس تجارت کے اعداد مظہر ہین کہ ۱۹۲۲ء مین جاپان سے ۳۴۴۱۹۲۰۰ کن ریشم کے ہندوستان آئے، ان کی قیمت ۶۷۰۴۷۵۴۴۲ ین ہوئی، ۱۹۲۱ء مین ۲۶۲۰۲۸۰۰ کن ریشم آیا تھا اور اُس کی قیمت ۱۴۱۷۱۲۴۱۴۳ ین تھی ایک کن ۱۰۳۲۲ پونڈ کے برابر اور ین ڈیڑھ روپے کے برابر ہے،

عہدِ جنگ مین بعض ایسے جہازات بھی جو سونا اور دیگر قیمتی اشیاء لئے جارہے تھے تحت البحر دان کا شکار ہوئے تھے، اختتامِ جنگ کے بعد سے ہر حکومت اپنے غرق شدہ خزینہ کے نکالنے کی کوشش کررہی ہے، چنانچہ حال ہی مین تین سال کی مسلسل کوششون کے بعد برطانیہ کے غوطہ زنون نے ایک غرق شدہ جہاز سے جو جنوری ۱۹۱۷ء مین ۵۰۰۰۰۰ پونڈ کا سونا امریکہ لئے جارہا تھا اور جرمنی تحت البحر نے اُس کو غرق کردیا تھا، تقریباً سب سونا حاصل کرلیا ہے، صرف ۳۰۰۰۰۰ پونڈ کا سونا نکالنا باقی ہے جس کے متعلق اُمید ہے کہ قبل موسمِ بہار حاصل ہوجائیگا، جہاز کا نام لورنٹک تھا،

۱۹۱۰ء سے ۱۹۲۳ء تک ۵۰۰۰ امریکون کی جانین زہر قتل یا گولی کا شکار ہوئی ہین، صرف گذشتہ سال اس متمدن ملک مین ۵۰،۸۵ قتل ۹۰،۷۶ مہلک حملون کی وارداتین ہوئین،

گذشتہ ستمبر ۱۹۲۳ء مین ہندوستان کے مختلف کانون سے ۹۰۸۲۱۷-۱-۰ روپیہ کا سونا بمبئی کے ٹکسال مین گیا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے: میسور ۰-۰-۳۲۵۰۹۴۱۳، اور گوم ۲۱۶۵۰۰ روپیے، نندی درگ ۱۵۱۳۵۶-۴-۰، اور چمپین ریف ۱۰۵۲۶۶ روپئے،

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ دنیا کا سالانہ حصول نقرہ ......۱۷۵ اونس سے ......۱۱ اونس تک ہے، اس مین سے ......۱۱ اونس چاندی امریکہ مین نکالی جاتی ہے باقی چاندی کناڈا، میکسیکو وغیرہ سے حاصل کی جاتی ہے،

ڈاکٹر ڈی، ایس، ایمن نے حال ہی مین ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے جس سے قلب کے تمام حالات دیکھے جاتے ہین، اور اُس سے قلب پر کوئی اثر بھی نہین ہوتا، یہ ایک خوردبین کے قسم آلہ ہے، اس کو سینہ پر رکھنے سے ایک روشنی نکلتی ہے، اور اس سے قلب کی اندرونی حالت عیان ہو جاتی ہے،

شیشہ کی بنی چیزون مین نقلی بال بھی ہین، جرمن ماہرین کا خیال ہے کہ اس وقت تک جتنے اقسام کے مصنوعی بال ایجاد ہوئے ہین اون مین یہ بہترین ہین، اس کا رنگ دائمی، وزن سبک اور اصل سے ملتا ہوا سپید ہوا اور گھنگھر ودار دونون ہوتا ہے،

ادبیات

ارمغان عزیز

جناب عزیز لکھنوی

پہلے اپنے دل کی طاقت آزمانا چاہئے ۔۔۔ پھر حریم ناز کا پردہ اُٹھانا چاہئے

جذب ہوجائین عناصر ایک عنصر مین فقط ۔۔۔ خاک ہوجاؤن یہانتک خاک اڑانا چاہئے

اب ندے تعلیم بے صبری کہ نازک وقت ہے ۔۔۔ آہ کو لب تک پہونچتے اک زمانا چاہئے

دل لہو ہوجا کہ اُس مدہوش کو ہنگام خواب ۔۔۔ خون مین ڈوبا ہوا راز اک فسانا چاہئے

اس لئے کوچہ مین اُس کے چھوڑ کر جاتا ہون دل ۔۔۔ پھر پلٹنے کے لئے کوئی بہانا چاہئے

ہے ازل کے روز سے دنیا وہ زندانِ بزل ۔۔۔ لب پہ جس کے رات دن کوئی ترانا چاہئے

عہدِ صیاد اور نشیمن چار تنکے ہی سہی ۔۔۔ اور کیا روح القدس کا آشیانا چاہئے

اور کچھ عالم ہون پیدا یہ جہان محدود ہے ۔۔۔ حسن خود آرا تجھے پھر مسکرانا چاہئے

سوزِ باطن رائگان ہون یہ تو ممکن ہی نہین ۔۔۔ مین کرون ضبط اور پسینا ان کو آنا چاہئے

طاقتین عالم کی ہین سرگرم میرے واسطے ۔۔۔ اون کو مٹنا چاہئے خود یا مٹانا چاہئے

پوچھتا پھرتا ہون سینہ مین لئے ویران دل ۔۔۔ کس طرح اجڑی ہوئی بستی بسانا چاہئے

دل کا سرمایہ تھا جتنا وہ قریبِ ختم ہے ۔۔۔ رک گئے اشک اب کلیجہ منہ کو آنا چاہئے

روح ہے دل مین تو یہ جنبش فقط کافی نہین ۔۔۔ آپ کی آواز اس خلوت سے آنا چاہئے

دامنِ تجرید پر ہم کو ابھرتا ہے عزیز ۔۔۔ صفحۂ ہستی سے نقش اپنا مٹانا چاہئے

کلمات عابد

جناب سید عابد علی صاحب عابدؔ بی - اے

ان کو اس حسرتِ انداز سے دیکھا نہ کرے
آنکھ کم بخت مرے راز کو افشا نہ کرے

ہائے وہ عشق کی آشفتہ سری کا بندہ
جو کبھی مصلحتِ کار کی پروا نہ کرے

اس کو ہو فکرِ سکونِ دلِ شیدا کیونکر
اس نے زنہار کیا ہے کبھی ایسا نہ کرے

عمر دو دن بھی نہ اندوہِ جدائی سے ہوا
ہمنے چاہا تھا کہ اب دل تجھے چاہا نہ کرے

اُس ہوس کار کو کیا لذتِ الفت کی خبر
جو ترے زہرِ تغافل کو گوارا نہ کرے

اضطرابِ شبِ فرقت سے نہ ہو جان رہا
یاد اگر جو تری دل کو شکیبا نہ کرے

کفرِ نعمت ہے یہ اے شیخِ ریاکار جو تو
فصلِ گل میں ہوسِ بادۂ و مینا نہ کرے

دلِ افسردۂ عابد کو کیا ہے زندہ
تو نے وہ کام کیا ہے کہ مسیحا نہ کرے

کلام باقی

حسن کی تاثیر تجھکو دیکھکر دیکھا کئے
رکھکے آگے آئینہ اپنی نظر دیکھا کئے

سوزِ دل دیکھا کئے سوزِ جگر دیکھا کئے
رات بھر ہم آہ سوزاں کا اثر دیکھا کئے

منع ہم کرتے رہے تم شیم تر دیکھا کئے
ڈبڈبا آئیں نہ آنکھیں کیوں ادہر دیکھا کئے

کیوں نہ دم بھر بہلے آیا موت پر کچھ بس نہ تھا
ہم تو تیری راہ ظالم عمر بھر دیکھا کئے

ان کا جلوہ اور لائے تابِ نظارہ یہ آنکھ
ہم اُدہر دیکھا کئے یارب کدھر دیکھا کئے

آنکھیں بھوٹیں کچھ سوا تیرے جو آیا ہو نظر
ذرے ذرے کو تجھے ہم دیکھکر دیکھا کئے

کبتک آخر ناز اُٹھاتے درد ہائے ہجر کے
راہ ہی ہم نے عدم کی چارہ گر دیکھا کئے

جب ہوئی صبح شبِ فرقت تو تھا خوابِ عدم
جاگتے جب تک رہے خوابِ سحر دیکھا کئے

بے اثر دیکھا اسے یہ سرگذشتِ گریہ ہے
ہاں وہ ہنس دیتے تھے آنسا جتنی تر دیکھا کئے

آشیاں کیسا کہ تیری دسترس جب تک نہ تھی
عمر بھر صیاد ہم تو وہ شجر دیکھا کئے،

یاد شاید آگیا تھا آج اُنھیں گم گشتہ تیر
ورنہ پھر کیوں وہ مرا زخمِ جگر دیکھا کئے

دو ہی چیزیں تھیں شبِ غم دردِ دل اور آسماں
یا ادہر دیکھا کئے یا اودہر دیکھا کئے

اُف وہ تابِ برقِ حسن الحذر ہے شوقِ دید
سوجھتا تو کچھ نہ تھا لیکن اُدہر دیکھا کئے

جب شبِ فرقت کی تاریکی سے دم گھٹنے لگا
خود لگا کر آگ ہم حسرت سے گھر دیکھا کئے

کیا ہماری وصل کی شب اور کیا اُسکی خوشی
شام ہی سے وہ تو رہ رہ کر سحر دیکھا کئے

کیا بتائیں اپنی محویت خیالِ یار میں
جسطرف اُٹھی نظر پھر وں اُدہر دیکھا کئے

آ بھی نکلے جوشِ وحشت میں اگر گھر کی طرف
دور ہی سے ہم کھڑے دیوار و در دیکھا کئے

سامنا آسان نہ تھا باقیؔ نگاہِ ناز کا
دیکھ کر اون کی طرف اپنا جگر دیکھا کئے.

بَابُ التَّقْرِيظِ وَالْاِنْتِقَاد

جدید دُنیائے اسلام

از

مولوی ابو الجلال ندوی

صدیون کے مسلسل جمود کے بعد دنیائے اسلام ایک مرتبہ پھر بھی متحرک نظر آتی ہے، دوستونکو
تو کچھ مسرت ہے مگر بہتون کو تردد ہے، پیش نظر کتاب جدید دنیائے اسلام، مسلمانانِ عالم کی
موجودہ مساعی پر ایک مکمل تبصرہ ہے، جسکے دو پہلو ہین جہانتک یورپ کو تنبیہ کا تعلق ہے، واقعات
بالکل سچے اور نتائج واضح ہین لیکن جہان پر روئے سخن مشرق کیطرف ہے وہان خیر خواہی کے مشورون مین
اس نسلی "میلان" کا اثر بھی موجود ہے، جس سے مصنف نے الگ رہنے کی بہت کوشش کی ہے،

ڈاکٹر لوتھراپ اسٹاڈرڈ، امریکہ کے ایک مشہور ماہر سیاسیات ہین یہ کتاب انھی کی
تصنیف ہے، جناب محمد جمیل صاحب بی اے بدایونی ہمارے شکریہ کے مستحق ہین جنھون نے
نے اس کتاب کو اردو کا جامہ پہنایا، مصنف نے ۱۹۰۵ء مین ہارڈ یونیورسٹی سے وکالت کی
سند حاصل کی مگر پریکٹس سے پہلے سفر یورپ کیا، اس سفر نے ان کے ارادۂ وکالت کو فسخ
کر دیا، اور سیاسیات مین وقت صرف کرنے کا شوق پیدا کر دیا چنانچہ اب وہ سفر سے لوٹ کر اپنی
مادرِ علم ہارڈ یونیورسٹی کے دامن مین بیٹھکر اس فن کا مطالعہ کر رہے ہین،

جدید دنیائے اسلام ایک مقدمہ اور دو فصلون پر منقسم ہے،

مقدمہ مین اسلام کے عروج و زوال کا نقشہ اور اس کے علل و اسباب سے بحث کیگئی ہے،
اسلام کے ابتدائی عروج اور تیز رفتار ارتقا کی علت ان کے نزدیک صرف یہ ہے کہ متقابل
طاقتین، اخلاقی اور مادی ہر قسم کی قوت مقابلہ سے محروم تھین یہ خیال تقریباً تمام یورپین مورخین کا
ہے، حضرت علامہ شبلی رحمہ اللہ نے الفاروق مین اس پر کافی بحث کی ہے،

زوال کے اسباب مین سب سے اہم سبب بتایا ہے کہ غیر عربی عناصر کے اختلاط کی وجہ سے مکہ
(نہین، بلکہ مدینہ) کی جمہوریت آلہیہ (تھیا کریسی) یعنی خلافت راشدہ کی صورت بگڑ کر دمشق و بغداد
کی مطلق العنان شخصی حکومت ہو گئی اسکی وجہ سے نہ صرف یہ ہوا کہ اسلام کی سیاسی طاقتین منتشر ہو کر
سیاسی تباہی کا باعث ہوئین بلکہ غیر عرب قبائل کے نسلی خیالات نے ایران کے پر پیچ عقائدِ تشیع،
بربرون کی پیر پرستی، اور ہندوستان کے عقیدۂ ہمہ اوست کی صورت مین خاص اہمیت حاصل کر لی اور
اسلام کی "عربی توحید" مسخ ہو گئی،

اسلام کی تباہی کے بے انتہا اسرار مین سے ایک معتزلہ کی تباہی بھی ہے معتزلہ اور قدامت
پسندون مین محض معقول و منقول کی جنگ نہ تھی بلکہ معتزلہ چاہتے تھے کہ حجاز کی خدائی جمہوریت کو پھر
زندہ کرین[1] دمشق (نہین بلکہ بغداد) کے خلفا نے بہت جلد انکی آزاد خیالی کے اصلی مرکز کو معلوم کر لیا،
اور بالآخر تحریکِ اعتزال کا خاتمہ کر دیا گیا،

مصنف کے نزدیک مسلمانون کی بربادی کا سب سے اہم سبب ترکون کا اقتدار ہے:

"اسلام اور کل دنیا کے لیے اس سے زیادہ کوئی مصیبت نہین ہو سکتی کہ عنانِ حکومت ایک
غبی اور متعصب قوم کے ہاتھ آگئی"

[1] جمہور کا عقیدہ ہے کہ خلیفہ شخص واحد ہوتا ہے اور اصحاب شوریٰ اس کے معین ہوتے ہین معتزلہ کے نزدیک فرائض خلافت کو انجام دینا جمہور مسلمین کا حق ہے
جامع الشروط خلیفہ نہو تو جائز ہے کہ شخص کے بجائے ایک جماعت کو فرائض خلافت تفویض کر دئے جائین،

ان ترکون کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ

ساتوین صدی کا عرب سیلاب فتح شام کے بعد کوہ طارس پر رک گیا تھا ....

... مگر اب ترکون نے اس حد فاصل کو توڑ کر ایشیائے کوچک کو فتح کر لیا،،

ترکون کا یہ فعل انگریزون کی فتوحات ہند کی طرح ہرگز،، بادل ناخواستہ،، اور رفتار زمانہ کے مطابق ضروری اور ناگزیر،، نہ تھا بلکہ ان کا ایک اور جرم بھی ہے وہ یہ کہ

غارتگری کے طامع اور کفار سے متعصبانہ طور پر متنفر ترکون نے مقامات مقدسہ کو تباہ کر کے(۹) نصرانیون پر ظلم کیا اور زیارت کرنا ناممکن کر دیا (۹)

ترکون کا یہ غیر واقعی تعصب، اسپین کے حالات کو دیکھکر عیسائی رواداری کا جواب قرار دیا جا سکتا تھا مگر

دراصل جس ملک کے متعلق نزاع تھا وہ اسپین تھا یہان مسلمان اور عیسائی متواتر دست وگریبان رہتے تھے، بااین ہمہ اسپین کے واقعات سرحدی تنازعات سے زاید وقعت نہ رکھتے تھے،،

باوجودیکہ سرحدی تنازعات کی اس عجیب نوعیت نے اسپینی مسلمانون کو قتل یا ترک مذہب یا ترک وطن پر مجبور کر دیا تاہم یورپ مین اسلام اور نصرانیت کے مراسم اس قدر دوستانہ تھے کہ

،،اگر روابط دوستانہ اسی روش پر قائم رہتے تو بنی نوع انسان کی ترقی نہایت ہی اہم نتائج پر منتج ہوتی،،

پہلی فصل مین ان تحریکون کا اجمالی بیان ہے جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے علل و اسباب ہین،

آج کل دنیائے اسلام مین، وطن پرستی، اتحاد اسلام، اور اعتزال یا بقول مصنف ،، لاابالی اور آزاد دخش لیڈ، دنگی، روشنخیالی تین بڑے عناصر کار فرما ہین،

اسلام کے تنزل کی ابتدا تیسری صدی ہجری سے ہوتی ہے، اٹھارہوین صدی مین مسلمانون کا انحطاط اپنی آخری منزل تک پہنچ گیا، اب زندگی کے لیے جد وجہد کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، بیداری کی سب سے پہلی حرکت عرب سے نمودار ہوتی ہے،

دمشق و بغداد کے خلفا نے جب ،،عربی جمہوریت،، کو چھوڑ کر مطلق العنان مشرقی شخصیت اختیار کر لی تو عربون نے مایوس ہوکر پھر اپنے صحراؤن مین پناہ لے لی جہان انھون نے برابر اپنی بدویانہ حریت کو قائم رکھا، عرب مین عملی حکومت ہمیشہ قبائل کے شیوخ نے کی، ترکون کا اقتدار بھی برائے نام ہی رہا، عربی اخلاق اور طریقون پر سب سے زیادہ نجد کے مسلمان قائم رہے، یہین سے عربی تحریک وہابیت کی ابتدا ہوئی، مصنف کے نزدیک وہابی تحریک کی وقعت اس سے زیادہ کچھ نہین کہ

،،ہر مذہبی اصلاح کی پہلی منزل یہ ہے کہ وہ اپنے ابتدائی عقائد کی طرف بلا تمیز عود کرے،،

وہ اس تحریک کی تنگ نظری سے بہت ناخوش ہے پھر بھی اسے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ

،،وہابی تحریک صحیح معنون خالص اصلاح تھی،،

اس اقرار کے باوجود وہ اعتزال یا لبرلیون کی تحریک کا مداح ہے قوم پرستون کو وہ بے راہ رو بتاتا ہے، اسے یقین ہے کہ آخری کامیابی انھین آزاد خیال معتزلہ کی ہوگی جو اسلام کے فانوس مین یورپ کی برقی شمع روشن کرنے کے لیے کوشان ہین،

وہابی تحریک کے دو پہلو ہین، اسکا اخلاقی اور روحانی حصہ روز بروز مقبول عام ہوتا جاتا ہے اس تحریک کی سیاسی طاقت کو ترکون نے اپنے ایک سردار محمد علی (بانی خاندان خدیویہ) کی مدد سے فنا کر دیا، اس تحریک کی چنگاریان دور دراز مقامات تک پہنچین، سید احمد بریلوی نے ہندوستان کے سرحد پر جو مذہبی حکومت قائم کر لی تھی جسے سنہ ۱۸۳۰ء مین سکھون نے مٹا دیا، اسی تحریک کا اثر تھی، کابل کے اندر جہاد کا جوش بھی اسی تحریک نے پیدا کیا، غدر سنہ ۱۸۵۷ء مین

انگریزون کو وہابیت کی بدولت سخت دشواریون کا مقابلہ کرنا پڑا اس کے بعد مصنف ان واقعات سے کوئی بحث نہین کرتا جن سے ہندوستان کے اندر وہابیون کو دوچار ہونا پڑا،

دوسری فصل اتحادِ اسلام پر ہے، اس تحریک کے تین بڑے داعی ہین عبدالوہاب نجدی، شیخ سنوسی، اور جمال الدین افغانی، تحریک کے خاص عناصر دو ہین خلافت اور حج، یورپ نے تحریک کے بڑے بڑے رہنماؤن کو دیکھا کہ وقتی طور پر وہ خلیفہ کے مطیع تھے تو انھون نے خلیفہ کو مسلمانون کا پوپ سمجھ لیا، مصنف کے نزدیک تحریک اتحاد اسلام کی کامیابی خلافت کے نظام مین مضمر نہین ہے، بلکہ اس کے اثرات کو پیدا کرنے مین سب سے زیادہ حج کو دخل ہے، مقدس کعبہ کے گرد ہر نسل، ہر بان، اور ہر ملک کے مسلمان ہر سال جمع ہوتے ہین اور یہی اجتماع باہمی اتحاد کا محرک ہے، عبدالوہاب نجدی، محمد بن سنوسی اور جمال الدین افغانی غرض اسلامی بیداری کے ہر بڑے مبلغ نے اسکی اہمیت کو محسوس کیا،

اتحاد اسلامی کی تحریک وہابی تحریک کا ایک لازمی جزہے، ابتداءً یہ تحریک صرف مسلمان حکمرانون کی پستیِ اخلاق کے خلاف احتجاج کی نوعیت رکھتی تھی، مگر یورپ کی مسلسل فتوحات نے بالآخر دریا کی روانی کا رُخ بدل ہی دیا، اور مغرب سے خوف و نفرت کا زور قوی ہوتا گیا، ۱۸۳۰ء سے تمام دنیائے اسلام مین یورپ کے خلاف تعصب کی لہر دوڑ گئی ۱۸۵۷ء کی بغاوت الجزائر، مصر، سوڈان کی مہدویت وسطی ایشیا کے نقشبندیہ فرقہ کا جوش، چینی ترکستان اور ڈچ ایسٹ انڈیز کی بغاوتین، سب اسی نفرت و غصہ کے نتائج تھین ان تمام تحرکون کے ساتھ ہندوستان کے مسلمانون کا جذبۂ ہمدردی بھی شامل تھا،

اب تک ان تمام حرکتون مین کوئی متحدہ نظام نہ تھا، مگر اُنیسوین صدی مین یورپ کی حکومت کا جوا اتار پھینکنے کے لیے متحدہ جدوجہد شروع ہوئی اور اس کے لیے دو برادریان قائم ہوگئین، ایک برادری کا نظام خالص مذہبی رنگ رکھتا ہے جسکی باگ شیخ سنوسی کے ہاتھ مین ہے اور دوسری برادری محض سیاسی رنگ رکھتی ہے،

تحریک وحدت اسلامی کی اصلی کامیابی سنوسیون کے کامیاب ہونے پر منحصر ہے،

اسلام مین سنوسیون جیسی صوفیانہ اخوتین مدتون سے موجود ہین مگران اخوتون کے اندر سیاسی نوعیت انیسوین صدی سے شروع ہوتی ہے:۔

سیّد محمد سنوسی ۱۷۸۷ء کے قریب، الجزائر مین پیدا ہوئے فاس کے جامعہ مراکشی مین تعلیم پائی اس کے بعد افریقہ کا سفر کیا، پھر حج کے لیے مکہ آئے، یہان آکر وہابی معلمین سے استفادہ کیا، اور تحریک اتحاد اسلام کو ترقی دینے کا شوق لیکر واپس گئے ۱۸۴۳ء مین شمالی افریقہ مین آکر طرابلس مین قیام کیا، اور اپنا سب سے پہلا زاویہ خانقاہ لورنہ کے قریب قائم کیا، پھر ترکی حکام کے خوف سے انکو ریگستان لیبیا کے نخلستان جربوب مین اپنا مستقر منتقل کردینا پڑا،

۱۸۵۹ء مین سیّد محمد سنوسی کا انتقال ہوا، اور انکی جانشینی خدا کے اوپر اعتماد کا ایک زبردست امتحان لینے کے بعد انکے بیٹے المہدی کو ملی، المہدی کو خرما کے ایک بہت اونچے درخت پر چڑھا کر حکم دیا گیا کہ خدا کا نام لیکر کود پڑو، وہ کود پڑے اور صحیح و سالم رہے، اس زبردست ایمان نے انکو باپ کا صحیح جانشین بنادیا، ۱۹۰۲ء مین المہدی کا وصال ہوگیا اب اس فرقہ کے سردار ان کے بھتیجے احمد شریف ہین:۔

افریقہ کے اندر سنوسیون نے جو زاوئے قائم کیے ہین وہ اب محض خانقاہ نہین بلکہ ہر زاویہ مین ایک وکیل یا ملکی عامل بھی رہتا ہے، جنکی وجہ سے افریقہ مین یورپ کی استعماری حکومتون کے علاوہ ایک زبردست باطنی حکومت بھی قائم ہوگئی ہے،

آج تک ڈاکٹر ناشیگل کے علاوہ کسی یوروپین نے شیخ سنوسی کا اصلی مرکز نہین دیکھا ہے، سنوسی راہ نما کسی کو اپنے شیخ کا مسکن بتانے پر موت کو ترجیح دیتے ہین، اس لیے شیخ نہایت خفیہ طور پر افریقہ

مین اپنے اثر کو بڑھاتا ہے، عرب پر سنوسیونکا کافی اثر ہے، افریقہ مین مراکش سے لیکر کالی لینڈ تک سنوسیون کے بہت سے زادیے قائم ہین،

سنوسی فرقہ کے لوگ اسکا کافی خیال رکھتے ہین کہ دولِ یورپ سے علانیہ کوئی نزاع نہ ہوجاے مسلمان ترکون کے ساتھ بھی انکا وہی رویہ ہے جو غیر مسلم حکومتون کے ساتھ ہے،

مختصر یہ کہ سنوسی فرقہ کے لوگ نہایت ہوشیاری کے ساتھ، خاموش اور مستقل ترقی کر رہے ہین، شمالی افریقہ مین اپنے زادیون اور مدرسون کے ذریعہ سے برابر وہ لوگون کو اپنے مقدس دکلا کا ہم آواز اور مطیع بنا رہے ہین اور جنوبی افریقہ مین لاکھون باطل پرست حبشیون کو مسلمان بنا رہے ہین، وہ قبل از وقت توسیع کے فریب مین نہین، انکی رفتار نہایت سلیم ہے،

تحریک اتحاد اسلام کا دوسرا پہلو جمال الدین افغانی رحمہ اللہ کے مساعی ہین

شیخ سنوسی کے برعکس جمال الدین افغانی نے زیادہ وقت سیاسیات مین صرف کیا، یہ سب سے پہلے مسلمان ہین جنکو مغربی تسلط کا خطرہ پوری طور پر محسوس ہوا اور انھون نے اپنی زندگی مدافعانہ تدابیر مین صرف کی،

نو آبادیونکی اعمال نے انکو "بہت جلد خطرناک شورش پسند سمجھ لیا، انگریز خصوصیت سے جلد خائف ہوگیے" کچھ زمانہ تک ہندوستان مین قید رہکر تقریباً ۱۸۸۰ء مین مصر گیے، ۱۸۸۲ء مین جب انگریزون نے مصر پر قبضہ کرلیا تو ان کے اخراج کا حکم دیا یہ قسطنطنیہ پہنچے، سلطان عبد الحمید انکی شخصیت سے مسحور ہوگیے، اور سلطان نے انکو اپنے اتحاد بین الاسلامی کے دفترِ تبلیغ کا افسر اعلی بنالیا ۱۸۹۶ء مین جمال الدین افغانی کا انتقال ہوگیا سلطان عبد الحمید کی تدابیر کی کامیابی کا راز زیادہ تر جمال الدین کے مساعی مین مضمر تھا،

سلطان عبد الحمید کی تحریک اتحاد امت تقریباً ۳۰ سال تک برابر بے روک ٹوک جاری رہی

۱۹۰۹ء مین سلطان عبد الحمید معزول ہوئے تو یہ تحریک کچھ مدھم پڑگئی، آزاد خیال مسلمان سلطان کی مطلق العنانی کی وجہ سے متنفر تھے سلطان عبد الحمید کو سنوسیون کی حمایت بھی حاصل نہ ہوسکی مگر اسلامی حکمرانون اور مشاہیر نے اسلامبول کے صاحب سطوت خلیفہ کو حامی دین متین اور انکی حکومت کو مسلمانون کا قلعہ سمجھ لیا،

عبد الحمید کی یہ کامیابی بحیثیت خلیفہ نہ ہوئی بلکہ صرف مغرب کے روز افزون خوف اور نفرت نے یہ شکل اختیار کرلی،

۱۹۰۸ء کے ترکی انقلاب کیساتھ ہی ایران وغیرہ مشرقی ممالک مین دستوریت، قوم پرستی نیز دیگر معاشرتی بیچینی غرض مختلف قسم کے تلاطم پیدا ہوگیے ۱۹۱۱ء مین اطالیون نے طرابلس پر حملہ کیا ۱۹۱۲ء مین جنگ بلقان شروع ہوئی، اس قسم کی حملہ آورانہ پالیسی نے مسلمانون کے اندر نفرت وغصہ کے جذبہ کو اور مستحکم کردیا،

۱۹۱۴ء مین جب سلطان شریک جنگ ہوئے اور اعلان جہاد کیا تو بظاہر دنیاے اسلام مین کوئی تلاطم پیدا نہ ہوا لیکن یہ تحریک اس درجہ ناکام نہ رہی جتنی کہ یورپ کے خبر رسانون نے سمجھی طرابلس مین آتشِ بغاوت اتنی بھڑکی کہ اس نے اطالیون کو ساحل تک دھکیل دیا، ایران روس کی مداخلت کی وجہ سے ترکون کا شریک ہونے سے بچا، ہندوستان کی سرحدی حالت ایسی ہوگئی کہ انگریزون کو ۲ ½ لاکھ فوج رکھنی پڑی :- اسلام کے ارباب حل وعقد وسعت نظر سے کام نہ لیتے تو نقشہ کچھ اور ہوتا،

تیسری فصل مین ایشیا مین یورپ کی تاثیرات سے بحث کی گئی ہے :- خلاصہ یہ ہے کہ :

جن جن ممالک مین یورپ کا تسلط ہے وہان یورپین تمدن کا کافی اثر ہے آزاد ممالک مین بھی اس تمدن کے آثار موجود ہین لیکن ایشیا خود ایک مستقل تمدن کا مالک تھا، ان متضاد تمدنون

کے اجتماع نے صرف ذہنی اور دماغی بدنظمی پیدا کر دی ہے،

یورپ کی ساعی اشاعت تہذیب مین خلوص نیت، اور افادہ کی غرض سے زیادہ اپنے خاص مفاد کے جذبات بھی مخفی ہین، انیسوین صدی تک یورپ کی شاہنشاہیت کچھ نفع بخش بھی تھی لیکن اب حالت زیادہ قابل تعریف نہین، جاپان کی حرکت حیات اگر ۳۰ برس بعد شروع ہوئی ہوتی تو وہ دیکھتا کہ "یورپ کے دول عظمی اس کے بستر علالت پر مسلح کھڑے ہین اور اپنے آہنی پنجے قابل حصول تیار کے لیے بڑھا رہے ہین"، اس قسم کی متواتر کاروائیان دیکھکر باوجودیکہ مغربی تمدن نے بہت کچھ فائدہ پہنچایا مگر ایشیا کے ایک غریب کاشتکار سے لیکر ایک والی ملک تک یورپین طرز معاشرت سے نفرت کرنے لگا ہے۔ اور مسلمان خاص کر اس کے لیے کوشان ہین کہ اپنے قدیم تمدن کو زندہ کرین، وہ اپنے ماضی کو مغرب کے زرین عہد سے بہت زیادہ رفیع سمجھتے ہین مسلمانون کی یہ تعلیان کچھ حقیقت بھی رکھتی ہین فرقۂ ہنود کی تعلیان نہایت حیرت انگیز ہین، وہ ہندوستان قدیم کو تمام مذاہب حقہ کا پہلا مدرسہ، ہر تمدن کا پہلا گھر، ہر قوم کی پہلی تربیت گاہ تا آنکہ تمام جدید مخترعات کو ویدک عہد کی ایجاد قرار دے کر اپنے ماضی کی رفعت یاد دلاتے ہین،

مصنف کی پیش گوئی ہے کہ یہ تمام تعلیان بے کار ثابت ہونگی مشرق پر مغربی تمدن کا اثر پڑا اور پڑ رہیگا مگر بالکل قلب ماہیت نہین ہو سکتی:

"مشرق ہمیشہ اصلاً بذاتہ قائم رہے گا لیکن یہ ایک جدید ہستی ہوگی جو مغربی خیالات کے صحیح طور پر سرایت کرنے کا نتیجہ ہوگی"،

مصنف کے نزدیک مشرق کو مغرب سے محض محکومانہ مخالفت نہین بلکہ نسل و رنگ کا تعصب بھی کار فرما ہے،

لیکن مشرق تو نسل و رنگ کے فرق کا کبھی حامی نہ تھا اور نہ یہ تعصب اسکی فطرت مین

داخل ہے مصنف کو اتنا اور بتا دینا چاہیے کہ یہ خیالات درحقیقت مغرب سے مشرق مین آئے،

چوتھی فصل مین ان سیاسی تغیرات سے بحث کیگئی ہے جو مشرق مین سرعت کیساتھ رونما ہو رہے ہین مشرق ہمیشہ مطلق العنان بادشاہ چاہتا تھا، گو قصص و حکایات مین "فیاض مطلق العنان" یا "رعایا کے باپ" کا بکثرت ذکر کیا جاتا ہے، مگر اس قسم کے بادشاہ بہت کم ہوتے ہین، مشرق کا ایک بادشاہ جب حرم کی دلچسپیون مین پھنسکر اپنے تمام اختیارات وزیر کے لیے چھوڑ دیتا ہے اور خود بے کار ہو جاتا ہے تب بھی اسکو اتنا اقتدار حاصل رہتا ہے کہ شام کو ایک رقاصہ کی جنبش لب خود وزیر کو ایک حبشی سے قتل کرا دے سکتا ہے اکیا افسانے اور تاریخی واقعات برابر کی حیثیت رکھتے ہین؟

مویشی چرانے والی اقوام اور عرب کے علاوہ تمام مشرق کے سلسلۂ تاریخ کا خلاصہ اسی قسم کی مطلق العنانی ہے، اب مشرق جمہوریت کو آہستہ آہستہ بہت پسند کرنے لگا، مشرق تسلیم کرے یا نہ کرے یہ تو مغرب کی تاثیر ہے،

اگرچہ "کل مومن حر" ہر مسلمان آزاد ہے، "کل مومن اخوۃ" (انما المومنون اخوۃ) تمام مسلمان باہم بھائی ہین، اس قسم کی بہت سی تعلیمات اسلام مین موجود ہین مگر مدت سے مسلمان بھی انکو بھول چکے تھے، اب وہ بھی اس تعلیم کو یورپ ہی سے حاصل کر رہے ہین،

جمہوریت اور مساوات کے خیالات اسلام کے اندر روز بروز نہایت سرعت سے جڑ پکڑتے جاتے ہین،

اس کے بعد مصنف مشرق مین سلف گورنمنٹ کے قیام و بقا اور اسکی صلاحیت اور عدم صلاحیت کی بحث کرتا ہے، اگرچہ وہ کہتا ہے کہ:

"مین خود اس مسئلہ پر کوئی رائے قائم نہ کر سکا"،

لیکن وہ زیادہ تر ان فریب دہ الفاظ کو بزور لہجہ مین ادا کرتا ہے، جنکا منشا یہ ہوتا ہے

کہ مشرق جمہوریت اور سلف گورنمنٹ کے لیئے تیار نہین وہ ڈاکٹر نائیر کا قول نقل کرتا ہے کہ:

"جمہوریت کا لفظ بحیثیت ایک افسون کے ہندوستان مین پہنچ گیا ہے لیکن جمہوریت کی روح ابھی تک سویز سے آگے نہین بڑھی"،

اسی مفہوم کو خود اپنے الفاظ مین یون ادا کرتا ہے:

"بہت سے ہندو اور مسلمان اس کو محسوس کرتے ہین کہ ہندوستان ہنوز سلف گورنمنٹ کے قابل نہین"،

مخالف دلائل کو بیان کرتے ہوئے زورِ قلم نے جواب دیدیا،

پانچوین فصل مین قوم پرستی اور اسکی مشرقی نوعیت سے بحث کی گئی ہے، فصل ششم مین ہندوستان کی قوم پرستی پر ریویو ہے ان فصلون پر ایک طویل تبصرہ کی ضرورت ہے لہذا اس حصہ کو مین کسی آیندہ موقع کے لیے چھوڑتا ہون،

یورپ نے ایشیا پر محض سیاسی اقتدار حاصل نہین کیا ہے بلکہ اس نے اقتصادی پہلو کو بھی دبا لیا ہے مصنف نے اتحاد اسلام کی بحث مین کس قدر سچ کہا ہے:

"احکامِ شریعت کے یا اسلامی قانون، کے ایسے نواہی جیسے حرمتِ ربا نے موجودہ طرز کی اقتصادی زندگی کو ناممکن کر دیا تھا"،

ہم اس مفہوم کو اس طرح ادا کرین گے:

کہ موجودہ یورپین طرزِ معاشرت اور اصول معاشی نے اسلام کے اقتصادی احکام پر عمل کرنے کو تقریبًا ناممکن بنا دیا ہے"،

اس لیے مشرق کو اور خاص کر اسلام کو سخت ضرورت ہے کہ موجودہ طرزِ معاشرت اور اصولِ معاش مین ایک زبردست انقلاب پیدا کر دیا جائے،

فصل ہفتم مین ان علل و اسباب کی تشریح کیگئی جو عالم اسلام یا مشرق مین اقتصادی انقلاب پیدا کر رہے ہین:

مغرب کے مقابلہ مین مشرق کی معاشی بربادی کے مختلف اسباب مین سب سے اہم سبب مغرب کا طریقۂ ساخت اور اسبابِ نقل و حرکت کی آسانی ہے، ان اسباب کے علاوہ ایک سبب مصنف کے نزدیک مشرق کا اصولِ مسابقت سے ناواقف ہونا اور موروثی پیشہ کی تخصیص بھی ہے مگر مشرق اس توجیہ کو قبول نہین کر سکتا، ہمکو مسابقت کا موقع دینے مین حاکمِ مغرب کچھ بھی وسعت اخلاق سے کام لیتا تو یہ الزام صحیح ہوتا،

دوسری وجہ یہ بتائی ہے کہ مشرق سرمایہ کو استعمال کرنے کے بجائے زمین مین گاڑ کر رکھتا ہے، مگر یہ تو بتائے کہ مشرق کے پاس خام پیداوار کے سوا ہے کیا جسے وہ جمع کرے، خام پیداوار بھی مغرب کے قبضہ مین ہے،

مشرقی مصنفین خصوصًا ہندوستانی قوم پرست حکومت پر الزام لگاتے ہین کہ وہ مشرق کی صنعتون کو تباہ کر دیتے ہین، مصنف جواب مین کہتا ہے:

"آزاد مشرقی ممالک متحدہ ترکی اور ایران مین بھی پارچہ بافی کی دستکاری مغرب کے مقابلہ مین اسی طرح تباہ ہوئی"،

لیکن سوال یہ ہے کہ کمزور ایران، اور بیمار ترکی کے بسترِ علالت پڑ ہے نہین پنجون والے "دول مغرب" "مسلح ہوکر" "قابل حصول اشیاء" کے لیے کس قدر جد و جہد کرتے رہے ہین،

ایک غیر جانبدار مصنف کے یہ الفاظ اس قدر حیرت انگیز ہین کہ:

"فی الحقیقت بعض ہندوستانی خود ہی سودیشی دلائل کی غلطیون کا اعتراف کرتے ہین"،

بہر حال مصنف اس پر خوش ہے کہ مشرق معاشی میدان مین بھی تنگ ود کر رہا ہے، اور

ینگ و دو مغرب کے اثر سے پیدا ہوئی وہ پیش گوئی کرتا ہے کہ :

"مشرق اپنے عہد کے انقلابی عمل مین مغرب کی تقلید کرے گا، . . . ہماری بعض بیں غلطیون سے احتراز کرے گا لیکن فی الجملہ انھین طریقون کو استعمال کرے گا"،

آٹھوین اور نوین فصل مین معاشری انقلابات، اور بالشویزم کی مقبولیت کے اسباب وعلل کی تشریح کرنے کے بعد آخر مین مصنف یہ رائے ظاہر کرتا ہے کہ،

بالآخر غیر متحرک مشرق متحرک اور کامل طور پر متحرک ہوگیا"،

مصنف اگرچہ اکثر مواقع پر اپنے نسلی میلان طبع سے محفوظ نہ رہ سکا اور اکثر وہ مغرب کی طرف سے جواب دہی کرتا ہے لیکن حتی الوسع وہ غیر جانبدار رہتا ہے،

اردو مین "جدید دنیائے اسلام" سے زیادہ بہتر اس موضوع پر کوئی دوسری کتاب نہین ہم کو نہایت افسوس کے ساتھ طباعت کی خرابی اور بعض عربی عبارتون کی غلطی کا بھی اظہار کردینا چاہئے،

فاضل مترجم نے کوشش کی ہے کہ ان کا طرز بیان مشرقی سہولت کا نمونہ ہو، مگر معلوم ہوتا ہے کہ جناب مترجم نے اس الجھاؤ کو درست کرنے کی کافی کوشش نہین کی جو انگریزی طرزِ عبارت کے اندر تو الجھاؤ نہین معلوم ہوتا مگر مشرق کے طرز بیان کے اعتبار سے اسے الجھاؤ ہی سمجھنا چاہئے،

بہرحال کتاب اس قابل ہے کہ ہر وہ مسلمان جو دنیائے اسلام کی مساعی سے واقف ہونا چاہتا ہے اس کا مطالعہ کرے،

———— . ————

مطبوعاتِ جدیدہ

آئینہ کفر و اسلام، علامہ شبلی رحمۃ اللہ کو علمائے شریعت سے شکایت تھی کہ ان کو ضروری کامون کے لئے تکفیرِ مسلمین سے فرصت ہی نہین ملتی الحمد للہ کہ اب علماء نے اس کو محسوس کر لیا کہ مسلمانون کے تمام فرقون کو مسلمان رہنے دینا نہایت ضروری ہے، ہمارے استاذ اور دار العلوم ندوہ کے سابق مدرس اور حال استاذ دینیات جامعہ عثمانیہ (حیدرآباد دکن) جناب مولینا مفتی عبد اللطیف صاحب کا ایک مختصر رسالہ آئینۂ کفر و اسلام شایع ہوا ہے جسمین علمائے متقدمین کے اقوال احادیث اور فقہی عبارتین پیش کر کے کفر و اسلام کے درمیان حد بندی کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر درست نہین، یعنی وہ تمام فرقے جو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہین اور اسلام کے قبلہ کو قبلہ مانتے ہین وہ اسلام مین داخل ہین لیکن کتاب کے آخر مین احمدی فرقہ کو اسلام سے خارج قرار دیا ہے، اس لئے کہ وہ ختم نبوت اور قرآن کے اعجاز کے قائل نہین اور خدا کی عہد شکنی کے مدعی ہین، پہلے جرم کے تو قادیانی یقیناً مرتکب ہین، لیکن دوسرے جرم سے وہ شاید بری ہین اور تیسرا جرم اگر ثابت ہو جائے تو؛

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند، بہرحال اس عہد مین مفتی صاحب ممدوح کا یہ رسالہ نہایت غنیمت اور اس قدر وسعت خیال بھی آج کل نہایت مغتنم ہے،

قیمت، آٹھ آنے ہے، ، اور مطبع رحمانیہ مخصوص پور مونگیر سے ملیگی،

————

حجاب زندگی، جو لوگ ہزار داستان دیکھا کرتے ہین وہ سید عابد علی صاحب بی، اے علیگ سے اچھی طرح واقف ہون گے، زیر نظر مجموعہ انہین کے چند افسانون کا مجموعہ ہے، جناب عابد کی انشاء و انگار پر شوکت ہے، اس کین زیادہ تر انگریزی عطر مین ڈوبی ہوتی ہین آج کل شوکتِ الفاظ کی تلاش مین ہمارے

نوجوان اہل قلم گمراہیوں کی حد تک پہونچ جاتے ہین اور بے معنی ترکیبین پیدا کر لیتے ہین، عربی اور فارسی الفاظ کا غلط استعمال کرنے لگتے ہین، اسی مجموعہ مین "حیات معاشقہ"، اور "سخن نافہم" اور "زیرِ تحت" وغیرہ کی ترکیبیں قابلِ اعتراض ہین، دیباچہ مین تین عنوانون کا ذکر ہے، "انحطاطِ شباب"، "حجاب زندگی" اور "حربۂ نور" ان مین بہترین افسانہ حربۂ نور ہے، جسمین یہ دکھایا گیا ہے کہ ایک چالاک عورت کس طرح ایک چالاک سے چالاک مرد کو پرستارِ اوہام بناکر اسی کے ہاتھون انتقام لیتی ہے،

جناب عابد "حربۂ نور" وغیرہ عنوان کے ماتحت جیسا کہ اُنھون نے دیباچہ مین لکھا ہے اپنے اس نظریہ کو پیش کرنا چاہتے ہین کہ گناہ کے عناصر فضا مین موجود ہین مگر ہم کو یہ چیز نظر نہین آتی:

دیباچہ مین ہمارے دوست نے تسلیم کیا ہے کہ ان افسانون کا مقصد:

"یہ ہے کہ انسان کی فطرت کے تاریک پہلو کو مختلف حسیات و جذبات ... کے زیرِ تحت عنوانات سے متأثر ہونے دکھایا جائے"

یہ مقصد خود اُن کو بھی خوفناک معلوم ہوتا ہے لیکن جواب صرف یہ دیا ہے کہ:

"یہ ایک حقیقت نفس الامری ہے"

مگر یہ سمجھنا چاہئے کہ ہر حقیقت نفس الامری اسلئے نہین ہوتی کہ عوام کے مجمع مین بے دریغ اُسکی تشہیر کی جائے، قیمت ۱۲؍ پتہ دار الاشاعت ادب لطیف چمبرلین روڈ لاہور،

خواتینِ انگورہ، جناب ابو القدس ملا توحیدی بھوپالی کی تصنیف ہے، اخبارات مین ان کا ایک سلسلۂ مضمون انقلابِ انگورہ نہایت دلچسپی سے پڑھا گیا ہے، وہ جدید ٹرکی کی ایک تاریخ بھی مرتب کر رہے ہین، خواتینِ انگورہ اسی کا ایک ضمنی حصہ سمجھنا چاہئے، ذرائعِ معلومات کی قلت کے باوجود مؤرخانہ ذمہ داری کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے، قیمت ۸؍ پتہ دائرۂ ادبیہ لکھنؤ،

فہرست مطبوعات مجلس دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن

۱- **الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم**، علامہ شیخ عبد الکریم سبط شیخ عبد القادر جیلانی نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی بہترین طریقہ پر شرح لکھی ہے، قیمت ۴؍

۲- **اعجاز البیان فی تاویل ام القرآن**، شیخ علامہ صدر الدین محمد بن اسحاق قونوی المتوفی سنہ ۶۷۲ھ نے سورہ فاتحہ کی تفسیر نہایت عمدہ طریقہ پر لکھی ہے اور سورہ فاتحہ کی ام القرآن ہونے پر بہترین استدلالات قائم کیے ہین، ۶؍

۳- **عمل الیوم واللیلہ**، علامہ ابن السنی رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۳۶۴ھ نے تمام رات دن کے اعمال نبوی اور وظائف کو جمع کیا ہے، ۱۰؍

۴- **مشکل الآثار**، امام طحاوی المتوفی سنہ ۳۲۱ھ کی نہایت نایاب اور نادر تصنیف ہے علامہ نے بہت ہی محنت و مشقت سے تمام مشکل احادیث کو جمع کیا ہے اور انکے تعارض کو مختلف طریقون سے رفع کیا ہے (۴ جلد مین) ۱۳؍،

۵- **جامع المسانید**، قاضی القضاۃ ابو المؤید محمد بن محمود خوارزمی المتوفی سنہ ۶۶۵ھ نے ان تمام مسانید کو جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے محاسن و فضائل اور مرویات پر لکھی گئی تھین بہترین طریقہ پر ابواب و فصول کی ترتیب کے ساتھ جمع کیا ہے، (دو جلد مین) ۱۲؍

۶- **کنز العمال**، شیخ علی المتقی المتوفی سنہ ۹۷۵ھ کی عظیم الشان تصنیف ہے علامہ نے تمام احادیث صحیحہ و غیر صحیحہ کو جمع کر دیا ہے اس کتاب کی طباعت نے تمام دوسری کتب احادیث سے مستغنی کر دیا ہے حروف تہجی کے لحاظ سے یہ کتاب (۸) جلدون مین ہے، ۴۰؍

۷- **المستدرک مع التلخیص**، امام ابو عبد اللہ الحاکم کی یہ معرکۃ الآرا تصنیف ہے علامہ موصوف نے ان تمام احادیث کو جو صحیحین کی شرائط کے مطابق ہین اور صحیحین مین موجود نہین ہین، انکو جمع کر دیا ہے اس کے ساتھ علامہ ذہبی کی تلخیص بھی طبع ہوئی ہے امام ذہبی نے اس کتاب پر بہترین تنقید کی ہے اور علامہ موصوف کی لغزشون اور فروگذاشتون کو بیان کیا ہے یہ کتاب چار جلدون پر منقسم ہے، تیسری جلد کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ اس مین معرفۃ الصحابہ کا مکمل اور مفصل بیان ہے جلد اول ۱۲؍ جلد دوم ۱۲؍ سوم ۱۲؍، جلد چہارم زیر طبع،

۸- **المعتصر من مشکل الآثار**، کتاب مشکل الآثار مصنفہ امام طحاوی کی تلخیص ابو الولید باجی مالکی نے کی تھی، لیکن سندون کو حذف کر دیا تھا اور امام مذکور پر چند اعتراضات کیے تھے اس لیے قاضی یوسف بن موسیٰ نے مشکل الآثار کی نئی طرز پر مع سند کے تلخیص کی اور انکے اعتراضات کے جواب بھی دے، قیمت ۵؍

۹۔ **کتاب الاعتبار**، علامہ محمد بن موسیٰ حازمی المتوفی ۵۸۴ھ نے مختلف مسائل پر احادیث کر بحث کی ہے خصوصاً ناسخ و منسوخ کی بحث کو بہترین پیرایہ مین لکھا ہے ۔ ۱عہ

۱۰۔ **القول المسدد فی الذب عن مسند احمد**، حافظ ابن حجر عسقلانی نے ، روایات مسند امام پر جو اعتراضات ہوئے تھے انکو بہت بہترین طریقہ سے دفع کیا ہی ، ۸ر

۱۱۔ **الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی** علامہ علاؤ الدین المارذینی المتوفی ۷۴۵ھ نے سنن بیہقی پر رد کیا ہے اور مسائل فقیہہ کو قرآن مجید و احادیث سے ثابت کیا ہی للعہ

۱۲۔ **مسند ابی داؤد طیالسی**، یہ کتاب سلیمان بن داؤد البصری جو کہ دوسری صدی کے جلیل القدر محدثین مین سے تھے انکی ہی، مسانید مین یہ پہلی یا دوسری کتاب ہے جو اس وقت لکھی گئی تھی۔ للعہ

۱۳۔ **احادیث قدسیہ**، علامہ شیخ مدنی کی یہ تالیف ہے یہ احادیث اپنے مراتب کے لحاظ سے قرآن مجید کے بعد تمام احادیث پر مقدم ہین ، بلکہ قابل تلاوت ، عہ

۱۴۔ **شرح تراجم ابواب البخاری** حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے ابواب صحیح بخاری کے اشکال کو بہترین پیرایہ مین حل کیا ہی جسکی وجہ سے یہ کتاب طلبار کے لیے بہت زیادہ مفید ہو گئی ہے ۔ ۱۲ر

۱۵۔ **الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب**، علامہ ابن عبد البر کی بہترین اور مستند کتاب ہی، جسمین تمام صحابہؓ و صحابیاتؓ کے مفصل حالات درج ہین فن رجال مین اس پایہ کی کوئی کتاب نہین ہے یہ کتاب غیر مرتب تھی دائرۃ المعارف نے حروف کی ترتیب سے اسکو مرتب کر دیا ہی ، (۴ جلد) مع عشہ ر

۱۶۔ **کتاب الکنی والاسماء**، علامہ ابو بشر دولابی المتوفی ۳۱۰ھ کی مشہور و معروف تصنیف ہی جس مین علامہ نے کنی اور اسمار کو مفصل طریقہ پر منضبط کیا ہی ، (۲ جلد) صہ ر

۱۷۔ **تجرید اسماء الصحابہ**، علامہ ذہبی نے اسد الغابہ کی تلخیص کی ہی جس سے اسمائے صحابہ کی معلوم کرنی مین بہت زیادہ مدد ملتی ہے ، (۲ جلد) ۱۲عہ ر

۱۸۔ **کتاب الجمع بین رجال الصحیحین**، مصنفہ ابو الفضل مقدسی جو ابن القیسرانی کے نام سے مشہور ہین جس مین رواۃ صحیحین کی ثقہ اور غیر ثقہ اور انکے حالات کے متعلق بہترین بحث کی ہی یہ کتاب علما ء و طلبا ء کے لیے بہت زیادہ مفید اور ضروری ہے (۲ جلد) ہے

۱۹۔ **قرۃ العین فی ضبط رجال الصحیحین**، علامہ عبد الغنی الشافعی نے اس کتاب مین پہلے اصول حدیث سے بحث کی ہی اور پھر رواۃ صحیحین کی اشتباہ کو دفع کیا ہے ۸ر

۲۰۔ **تعجیل المنفعۃ فی رجال الائمۃ الاربعہ**، حافظ ابن حجر عسقلانی نے ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ کی رواۃ کو جمع کر دیا ہی ہے

۲۱۔ **تہذیب التہذیب**، علامہ ابن حجر کی معرکۃ الآرار تصنیف ہی اور فن رجال مین سب سے مبسوط کتاب ہی (۱۲ جلد) مع عشہ

۲۲۔ **لسان المیزان**، علامہ ابن حجر نے اس کتاب مین ثقہ اور غیر ثقہ راویون کے مختصر حالات مع تنقید لکھے ہین ، (۶ جلد) مع ۱۰

۲۳۔ **الجواہر المضیۃ**، محی الدین ابو محمد عبد القادر قرشی المتوفی ۷۷۵ھ نے پہلے اسمائے باری تعالیٰ اور اسمائے نبوی پر مفصل طور سے بحث کی ہی پھر طبقات حنفیہ مفصل طریقہ پر لکھے ہین ، (۲ جلد) صہر

۲۴۔ **تذکرۃ الحفاظ**، امام ذہبی کی مشہور اور بہترین تصنیف ہین مصنف نے ائمہ محدثین کے حالات طبقات کے لحاظ سے لکھے ہین ، (پانچ جلد) عشہ ر

۲۵۔ **رسائل خمسہ اسانید**، اس مجموعہ مین مختلف مصنفین کی اسانید کے متعلق بہترین رسالے ہین (۵ جلد) ۱۲عہ ر

۲۶۔ **دلائل النبوۃ**، علامہ ابو نعیم اصبہانی المتوفی ۴۳۰ھ کی یہ مشہور تصنیف ہی مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فضائل یعنی معجزات کو لسند لکھا ہے ، ہے

۲۷۔ **الخصائص الکبریٰ**، علامہ سیوطی نے معجزات نبوی کو تمام احادیث سے انتخاب کر کے بہترین طریقہ پر جمع کیا ہے (۲ جلد) ہے

۲۸۔ **مناقب امام اعظم رحمہ اللہ**، علامہ موفق بن احمد کی المتوفی ۵۶۸ھ نے امام اعظمؒ کے حالات بسط کے ساتھ لکھے ہین ، علامہ کردری کی کتاب مناقب اعظم بھی شامل ہی جسکی وجہ سے یہ کتاب امام صاحب کے حالات کے متعلق بہترین ذخیرہ ہو گئی ہے (۲ جلد) للعہ

۲۹۔ **ستۃ کتب العقائد مع شرح الفقہ الاکبر وغیرہما**، یہ عقائد و علم کلام کی چھ بہترین رسالون کا مجموعہ ہی ۔ ۱عہ ر

۳۰۔ **الروضۃ البہیہ**، علامہ شیخ ابی عذبہ نے اشاعرہ اور ماتریدیہ کے اختلافی مسائل کو یکجا کیا ہی اور انمین باہم تطبیق دی ہے ، ۸ر

۳۱۔ **السمط المجید**، علامہ صفی الدین احمد بن محمد مدنی قشاشی نے صوفیہ کرام کے طرق بیعت ، خرقہ اور تلقین کو بیان کیا ہے اور احادیث و آثار سے ان کا ثبوت دیا ہے ، ۱عہ

۳۲۔ **الصارم المسلول**، اس کتاب مین علامہ ابن تیمیہ نے احادیث، اجماع قیاس غرضکہ ہر طریقہ سے ثابت کیا ہے کہ انبیائے کرام کو سب و شتم کرنیوالا واجب القتل ہی ۱۲عہ ر

۳۳۔ **شفاء السقام**، علامہ شیخ تقی الدین سبکی نے آنحضرت صلعم کی زیارت کو احادیث آثار صحابہ اور اقوال ائمہ سے ثابت کیا ہی و منکرین زیارت کی تردید کی ہے ، ۱۲ر

۳۴۔ **کتاب الروح**، علامہ ابن قیم نے اس کتاب مین روح اور بعد موت قبر مین جو حالتین ہوتی ہین ان تمام کے متعلق بہت دلچسپ بحث کی ہے ۱عہ ر

۳۵۔ **الذخیرہ**، اس کتاب مین علامہ علاؤ الدین طوسی المتوفی (۸۸۷) ھ نے سلطان محمد خان فاتح کے حکم سے امام غزالی کی کتاب تہافت الفلاسفہ اور دیگر حکمائے اسلام کے درمیان محاکمہ کیا ہی ، ۱عہ

۳۶۔ **استحسان الخوض**، امام شیخ ابو الحسن اشعری نے اس کتاب مین ثابت کیا ہے کہ صفات باری اور زمانہ کے متعلق غور و خوض کرنا بدعت و ضلالت نہین ہے ۲ر

۳۷۔ **الرسائل التسعہ**، ان رسالون مین علامہ سیوطی نے دلائل ثابت کیا ہی کہ آنحضرت صلعم کے والدین پر نار جہنم حرام ہی اور آپ بعد از وفات زندہ ہین ، اسکے علاوہ حضرت عبد المطلب کے متعلق بھی بحث

بحث کی ہے (دو جلد)

۳۸- **فتح المتعال فی مدح النعال**، علامہ احمد بن محمد المغربی المتوفی سنہ [illegible] نے اپنی طرز کی ایک نئی کتاب لکھی ہے مصنف نے نہایت جانفشانی سے تمام محدثین اور مورخین کے اقوال نعال نبوی کے متعلق جمع کیا ہے نیز مختلف لوگوں کی تصانیف نقل کئے ہیں اور نعال پاک کے بہترین نقوش بھی فراہم کئے ہیں،

۳۹- **الاقتراح**، علامہ سیوطی نے اصول نحو میں یہ بہترین کتاب لکھی ہے، طلباء کے لیے بہت مفید ہے اور درس میں داخل کرنے کے قابل ہے،

۴۰- **الاشباہ والنظائر**، علامہ سیوطی کی نحو میں یہ بہترین اور مفصل تصنیف ہے، (۴ جلد)

۴۱- **مصدق الفضل**، حضرت کعب بن زہیر کا مشہور قصیدہ بانت سعاد جو کہ آنحضرت صلعم کی تعریف میں کہا گیا تھا، اس کی بہترین شرح ہے اس میں ہر شعر کے متعلق علم صرف و نحو و معانی و بیان و عروض وغیرہ سے بحث کی ہے،

۴۲- **الفائق**، علامہ ابوالقاسم زمخشری نے لغت حدیث میں یہ بہترین کتاب لکھی ہے (دو جلد)

۴۳- **المغرب**، علامہ ابوالفتح الحنفی المتوفی سنہ ۶۱۰ھ نے فقہ کی لغات و مصطلحات کو حل کیا ہے، (۲ جلد) قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ،

۴۴- **کتاب الازمنہ والامکنہ**، اس کتاب میں ابو علی مرزوقی نے زمان و مکان، افلاک، کواکب و بروج کے متعلق بہترین بحث کی ہے اور جاہلیت کے حالات [illegible] تفصیل بیان کیا ہے، (۲ جلد)

۴۵- **النفائس الارتضیہ**، مصنفہ ارتضا علی خان [illegible] شاہ عبد العزیز دہلوی کی شرح ہے، اس میں معانی و بیان کو سلیس پیرایہ میں لکھا ہے،

۴۶- **المنحۃ السراء**، مصنفہ ارتضا علیخان مصنف نے [illegible]

سے بحث کی ہے اور ہر ایک کی تاثیر لکھی ہے اور آخر میں بہت سی مفید وظائف اور اوراد بھی درج کئے ہیں،

۴۷- **مفتاح السعادۃ**، علامہ احمد بن مصطفےٰ المعروف طاش کبری زادہ المتوفی سنہ ۹۶۲ھ نے اس کتاب میں تمام علوم و فنون کے متعلق جو کہ اس وقت عالم وجود میں آچکے تھے ان تمام کی تعریف غرض غایت اور اس وقت تک جتنی تصنیفیں ہر علوم میں ہو چکی تھیں ان کا ذکر مختصر تذکرہ مصنف کے ساتھ کیا ہے، (دو جلد)

۴۸- **دستور العلماء**، مختلف علوم و فنون کی اصطلاحات اور اسباب اختلافات اور ان تمام کی وجہ تسمیہ احسن طریق سے لکھی ہیں، (۴ جلد)

۴۹- **شرح السیر الکبیر**، یہ کتاب سیر کبیر مصنفہ امام محمد صاحب کی شرح ہے، امام محمد بن احمد سرخسی نے کی ہے جو چوتھی ہجری کے مشہور و معروف علماء و فقہا میں سے ہیں، (۴ جلد)

۵۰- **دول الاسلام**، علامہ ذہبی کی فن تاریخ میں یہ بہترین تصنیف ہے دو جلدوں میں ابتدائے زمانہ [illegible] تک تاریخ اسلام کو مدون کر دیا ہے،

۵۱- **مرآۃ الجنان**، مصنفہ علامہ ابو محمد عبد اللہ بن اسعد یافعی المتوفی سنہ [illegible] کی یہ کتاب غزوات، شمائل، معجزات نبوی اور مناقب صحابہ رضوان اللہ تعالی اجمعین پر مشتمل ہے، اس کتاب میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ صوفیائے کرام کے حالات اور ان کی کرامتیں تاریخی حیثیت سے لکھی گئی ہیں، (۴ جلد)

۵۲- **تحفۃ النظامیہ**، اس رسالہ میں شیخ علی اکبر بن محمود نے مختلف الفاظ جو ایک معنی میں آتے ہیں ان کو جمع کر کے بہت باریکی سے ہر ایک کا فرق بتایا ہے، اور اصطلاحات کی بہترین تشریح کی ہے،

۵۳- **رسالہ فی فضیلۃ العلم والصناعۃ**، ابو نصر فارابی نے اس کتاب میں علم و صنعت کی فضیلت پر بحث کی ہے،

۵۴- **الفقہ الاکبر**، عقائد و کلام میں امام اعظم کا یہ مشہور و معروف [illegible]